عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۸ | ۲۵ جمادی الاول تا کیم جمادی الثانی ۱۴۴۰ھ مطابق کیم تا ۷ فروری ۲۰۱۹ء | شمارہ: ۵

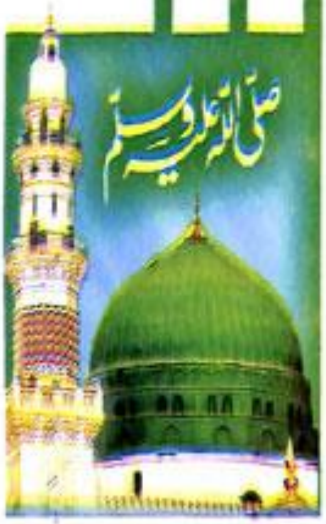

عہد نامہ قدیم سے ایک بشارت

مذہبی رواداری

حدود اور دائرہ کار

خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

تقسیم وراثت

س:...... میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، اب میں چاہتی ہوں کہ اپنے بچوں میں وراثت تقسیم کردوں۔ الحمدللہ! میرے سات بیٹے اور ایک لے پالک بیٹی ہے، یعنی ایک میں خود اور سات بیٹے، بیٹی ملا کر نو افراد آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ اب ان میں تقسیم وراثت کی ترتیب کیسے ہوگی؟ میرا ایک بیٹا ذہنی معذور ہے۔ الحمدللہ! میرے سب بچے شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں، صرف ایک بیٹا جو معذور ہے، اس کی شادی نہیں ہوئی ہے۔ وراثت میں ایک مکان ہے جو میرے نام پر ہے جس میں ہم رہائش پذیر ہیں اور اپنا زیور میں نے پہلے ہی اپنے بچوں کے نام پر تقسیم کردیا ہے۔

ج:...... صورت مسئولہ میں مرحوم کی تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو شرعاً آٹھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں سے ایک حصہ مرحوم کی بیوہ کو اور ایک ایک حصہ مرحوم کے ہر ایک بیٹے کو ملے گا۔ لے پالک بیٹی شرعاً وارث نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کے لئے وصیت کی ہوتی تو وصیت کے مطابق حصہ مل جاتا۔ ذہنی معذور بیٹا شرعاً وارث ہے، اس کو حصہ ملے گا اور اس کے حصہ کی دیکھ بھال اس کے بھائیوں کے ذمہ ہوگی اور وہ ضرورت کے مطابق اس پر خرچ کریں گے۔ آپ نے اپنا زیور بچوں کو تقسیم کرکے ان کے حوالہ کردیا ہے تو وہ قبضہ لینے کے بعد اس کے مالک ہوگئے، لیکن اگر نام کرکے اپنے پاس ہی رکھا ہے تو وہ آپ کا ہی ہے، بچوں کا نہیں ہے۔ اس لئے آپ کے بعد ورثاء میں تقسیم ہوگا اور شرعاً ہر ایک کو اس کا حصہ ملے گا۔

تین طلاق کا حکم

س:...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتی حضرات اس مسئلے کے متعلق کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں، یعنی لفظ طلاق تین کہے اور نیت ان کی ایک کی تھی، بقول ان کے کہ انہوں نے ڈاکٹر ذاکر نائیک کا پروگرام جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اگر ایک وقت میں کئی طلاق دی جائیں تو ایک ہی ہوگی، لہٰذا قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ طلاق ایک ہوئی یا ایک سے زائد؟ جبکہ میرے شوہر کا اصرار ہے کہ نیت ایک ہی کی ہے۔

ج:...... صورت مسئولہ میں اگر واقعتاً سائلہ کے شوہر نے انہیں تین دفعہ یہ کہا ہے کہ: ''میں تمہیں Divors دیتا ہوں'' تو اس سے سائلہ پر تین طلاقیں واقع ہوچکی ہیں، نکاح ختم ہوچکا ہے۔ اب بغیر حلالہ شرعیہ کے دوبارہ نکاح کرنا جائز نہیں۔ ایک وقت میں تین طلاقوں کو ایک مان کر یہ حرکت کرنے کا بھی یہی حکم ہے، یہ عذر بنانا درست نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''وان کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتین فی الأمة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره.''

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق الباب السادس، ۱/۴۷۳، ط: سعید)

واللہ اعلم بالصواب.

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۸ ۲۵ر جمادی الاول تا یکم جمادی الثانی ۱۴۴۰ھ مطابق یکم تا ۷ر فروری ۲۰۱۹ء شمارہ:۵

اس شمارے میں!

مسئلہ ختم نبوت.... اسلام کا مرکزی محور	۵	اداریہ
مذہبی رواداری... حدود اور دائرہ کار	۷	مولانا انصار اللہ قاسمی
کیا پاکستان کو اسرائیلی ریاست تسلیم کر لینی چاہیے؟	۱۰	مولانا زاہد الراشدی
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے	۱۴	جناب محمد متین خالد
”مُحَمَّدیم“ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۹	مولانا بشیر احمد حسینی
تنہائی کا بینگن (۴)	۲۲	الحاج اشتیاق احمد مرحوم
مولانا شجاع آبادی کے تبلیغی اسفار	۲۴	ادارہ
تبصرۂ کتب	۲۷	مولانا محمد اعجاز مصطفی

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد الرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبد اللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

زر تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

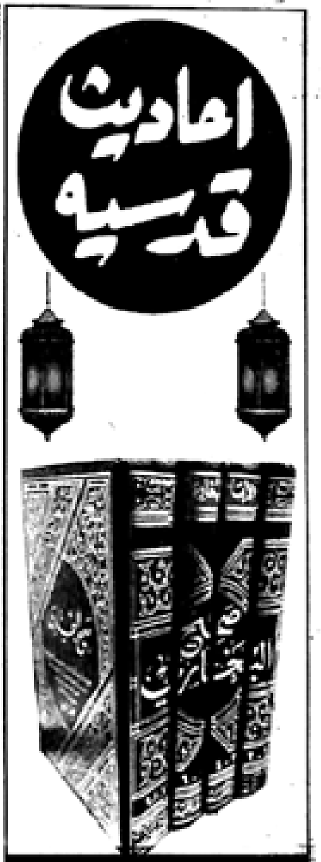

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ

انعامات الٰہی پر سوال

حدیث قدسی ۶: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو پہلی تقریر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اپنی جانوں کی حفاظت کے لئے کچھ آگے بھیجا کرو اس دن اللہ تعالیٰ کہے گا، حالانکہ کوئی ترجمان یا کوئی پردہ تمہارے اور اس کے درمیان نہ ہوگا کیا تجھ کو مال نہیں دیا گیا، تجھ پر اپنا فضل نہیں کیا، تو نے اپنے لئے آگے کیا بھیجا پس اس وقت دائیں بائیں جانب دیکھے گا تو کچھ نظر نہ آئے گا، سامنے دیکھے گا تو سوائے جہنم کے کچھ نظر نہ آئے گا۔ پس جو شخص طاقت رکھتا ہے وہ اپنے کو دوزخ سے بچائے، اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے ہی سے ہو۔ (الاتحاف السنیہ)

حدیث قدسی ۷: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ روٹی اور گوشت اور میٹھی کھجور اور کچی اور پکی کھجوروں سے متعلق قیامت میں سوال کیا جائے گا، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہی وہ نعمتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم'' ...پھر تم سے اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی... (سورۂ تکاثر)

یہ بات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بہت گراں ہوئی اور وہ بہت پریشان ہوئے، سرکار نے فرمایا: جب بھی تم کو اس قسم کی نعمتیں حاصل ہوں تو ''بسم اللّٰہ'' پڑھ لیا کرو اور جب کھانا کھا کر فارغ ہوا کرو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ اَشْبَعَنَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَاَفْضَلَ'' ...سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمارا پیٹ بھرا اور ہم پر انعام اور فضل فرمایا... یہ دعا ان نعمتوں کی طرف سے کافی ہو جائے گی۔ (ابن حبان، طبرانی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سن کر پریشان ہوئے کہ روزمرہ کی معمولی چیزوں سے بھی سوال ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کھانے سے پہلے بسم اللہ اور کھانے کے بعد یہ دعا پڑھ لیا کرو تو پھر سوال کا ڈر نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

مسافر کی نماز (نماز قصر)

س:......اگر کوئی شخص اپنی ملازمت کی جگہ سے پندرہ دن سے کم کے لئے اپنے شہر میں گھر والوں کے پاس واپس آتا ہے، یہاں وہ مسافر کہلائے گا یا نہیں؟

ج:......نہیں! پندرہ دن سے کم کے لئے بھی اگر اپنے شہر واپس آیا تو یہاں یہ مقیم کہلائے گا اور اسے یہاں مکمل نمازیں پڑھنا ہوں گی۔

س:......کیا مسافر پر جمعہ کے دن جمعہ کے وقت جمعہ کی نماز ادا کرنا فرض ہے؟

ج:......مسافر پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ فرض نہیں ہے، لیکن اگر وہ دوران سفر جمعہ پڑھنا چاہے تو پڑھنے کی اجازت ہے اور جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد جمعہ کے دن کی ظہر کی نماز پڑھنا اس پر ختم ہو جائے گا۔

نوٹ: اگر قصر نمازیں قضا ہو جائیں تو ان کی قضا بھی قصر ہوگی چاہے واپس گھر پہنچ کر ہی قضا نماز پڑھے۔

احکامِ میت

س:......کیا کسی کی موت سے پہلے اس کی موت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں؟

ج:...... جی ہاں! بعض لوگوں کی تو اچانک بغیر کسی علامت کے ظاہر ہونے کے موت واقع ہو جاتی ہے، اس کے باوجود بعض لوگوں پر موت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

☆......سانس اکھڑ جاتا ہے اور جلدی جلدی چلنے لگتا ہے۔

☆......ٹانگیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں اور کھڑی نہیں ہو سکتیں۔

☆......ناک ٹیڑھی ہو جاتی ہے اور کن پٹیاں بیٹھ جاتی ہیں۔

یہ عام طور پر کسی بھی مریض کے موت کے آثار بتائے جاتے ہیں۔

(جاری ہے)

اداریہ

مسئلہ ختم نبوت...... اسلام کا مرکزی محور!

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

’’عقیدۂ ختمِ نبوت‘‘ اِسلام کے اُن بنیادی عقائد میں سے ہے، جسے چودہ سو سال سے پوری اُمت بغیر کسی تأویل اور استثناء کے تسلیم کرتی آئی ہے۔ ہر عالم و جاہل اور عام و خاص بلکہ مسلم و غیرمسلم جانتا ہے کہ اسلامی عقیدہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر قصرِ رسالت مکمل ہوچکا، اور آپ کے بعد کسی شخص کو نبوت و رِسالت اور وحیِ اِلٰہی سے سرفراز نہیں کیا جائے گا، اسی عقیدہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مدعیانِ نبوّت کو کذاب اور دائرۂ اِسلام سے خارج قرار دیا گیا اور ان کی کسی تأویل کو لائقِ اِلتفات نہیں سمجھا گیا۔

انگریزی دور میں مرزا غلام احمد آنجہانی نے عقیدۂ ختمِ نبوّت کو تأویل و تحریف کا نشانہ بنایا، ظل و بروز کی نئی نئی اِصطلاحیں وضع کیں اور بالآخر کھل کر نبوّت و رِسالت کا دعویٰ کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل محاذی ایک نئی نبوت اور نئی اُمت کا اعلان کیا، جو لوگ مرزا صاحب پر اِیمان لاکر اس نئی اُمت میں شامل نہیں ہوئے، ان پر کفر کا فتویٰ صادر ہوا، ان سے رِشتہ مناکحت اور ان کے جنازہ میں شرکت کو ناجائز اور ممنوع قرار دیا، یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ مرزا صاحب کی اُمت؛ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے عقائد و نظریات اور مذہب و تمدن کے ہر دائرہ میں ایک الگ اُمت ہے۔ جس طرح عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اِیمان رکھتے ہیں لیکن وہ یہودی نہیں کہلاتے، کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد خدا کے ایک اور نبی (عیسیٰ علیہ السلام) پر بھی اِیمان رکھتے ہیں، اور جس طرح مسلمانوں کو حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان رکھنے کے باوجود یہودی یا عیسائی نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ وہ ان دونوں کے بعد ایک اور نبی برحق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان لاتے ہیں، اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کی نئی نبوّت پر اِیمان لانے والے خواہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر ایمان لانے کا ہزار دعویٰ رکھتے ہوں، کسی منطق کی رُو سے وہ مسلمان نہیں کہلا سکتے، اور نہ اِسلامی برادری میں ان کے لئے کوئی جگہ ہے، کیونکہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نئے نبی پر اِیمان رکھتے ہیں۔

الغرض! ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رِسالت پر اِیمان کا دعویٰ کرنے والا اُس وقت تک ’’مسلمان‘‘ نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ یہ تسلیم نہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کسی قسم کی نبوّت و رسالت اور وحی الٰہی سے کوئی شخص مشرف نہیں ہوسکتا، اور جو آپ کے بعد نبوّت کا کسی معنی میں بھی دعویٰ کرے، وہ مفتری اور کذاب ہے، اور یہ کہ اس کے اور اس کے ماننے والوں کے لئے اِسلامی برادری میں کوئی جگہ نہیں۔

جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا، ختمِ نبوت کا یہ عقیدہ اِسلام کا قطعی اور واضح عقیدہ ہے، اس پر قرآن وسنت سے دلائل پیش کرنا بالکل ایسا ہے کہ کوئی آفتاب نصف النہار کے وجود پر دلائل پیش کرنے لگے، مگر جب مادرزاد اندھوں کی ایک ٹولی دوپہر میں سورج غروب ہونے کا اعلان کرتی پھرے، اور اپنے جیسے دُوسرے اندھوں کو روزے اِفطار کرنے پر مجبور کرے، تو جو لوگ سر کی آنکھوں سے آفتاب دیکھ رہے ہوں، ان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اندھوں کے سامنے دلائل سے وجودِ آفتاب کو ثابت کریں۔

ختمِ نبوت کا مسئلہ بالکل بدیہی اور آفتابِ نصف النہار سے زیادہ روشن ہے، مگر جب مرزا غلام احمد نے "من کان فی ھذہ اعمٰی" قسم کے لوگوں کو نئی نبوت کی دعوت دی اور ختمِ نبوت کے عقیدہ کو ظل و بروز کے خراد پر چڑھایا تو علمائے اُمت نے اس اِلحاد و تلبیس اور مکروفریب کا پردہ ہٹانے کے لئے اس مسئلہ کو کتاب وسنت سے منقح کرنا ضروری سمجھا۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء!

مسئلہ ختمِ نبوت اِسلام کا مرکزی محور ہے، جس پر اِسلام کے اُصول وعقائد اور اخلاق واعمال کا پورا ڈھانچہ قائم ہے، اور تمام اِسلامی تصورات اسی کے گرد گھومتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اِسلامی تاریخ میں اس مسئلہ میں کبھی دورائیں نہیں ہوئیں، بلکہ "دو اور دو چار" کی طرح یہ عقیدہ ہمیشہ سے بدیہی اور مُسلّم رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔

اس عقیدہ سے اِنحراف کی جرأت صرف انہی شوریدہ پشتوں کو ہوئی جو خشکیٔ دماغ کے عارضہ میں مبتلا تھے، یا جن کی فطرت میں شر و فساد، جاہ طلبی و زَر اندوزی اور اِسلام سے غداری و بغاوت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان کی حیثیت ان قزاقوں سے زیادہ نہیں تھی جو رات کے اندھیرے میں شاہی خزانہ پر شب خون مارتے ہیں، لیکن چوکس پہرے دار کی گولی کا نشانہ بن کر ڈھیر ہوجاتے ہیں...!

مرزا غلام احمد قادیانی (جو ذیابیطس، ہسٹریا اور مراقی مالیخولیا کا مریض تھا) نے انگریز کے سایۂ عاطفت میں نبوت ومسیحیت کا دعویٰ کیا، جس کا مقصد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت اور آقایانِ افرنگ کی نمک حلالی تھا۔ بہت سے ایسے لوگ جن کی نشوونما مغربی تہذیب، مغربی عقلیت اور مغربی اخلاق کے ماحول میں ہوئی تھی، اور جو اِسلامی رُوح سے ناآشنا منصبِ نبوت سے بےخبر اور اِسلامی تعلیمات کی ابجد سے بھی ناواقف تھے، وہ مرزا قادیانی کی فرنگی نبوت اور پنجابی مسیحیت پر لٹو ہوگئے، اس طرح انگریز کے منشا کے مطابق اُمت میں ایک طوفانی فتنہ برپا کردیا گیا۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شر سے خیر کا پہلو پیدا کردیتے ہیں، قادیانی تأویلات کی تردید کے لئے اِمام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ ایسے عالم ومحدث، حضرت شیخ پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ ایسے اَربابِ ولایت اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم ایسے فلسفی میدان میں آئے اور مسئلہ ختمِ نبوت کو عقل ونقل کی روشنی میں ایسا نکھار کر رکھ دیا کہ باید وشاید...! علمائے اُمت اور زعمائے ملت نے اس مسئلہ پر اتنا کچھ لکھا ہے کہ کبھی کبھی خیال آتا تھا کہ شاید اس موضوع پر اور کچھ کہنے کے لئے اب مزید کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

مرزا غلام احمد قادیانی ۴۰-۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس دُنیا سے کوچ کرگیا۔ قریباً ۶۷ سالہ زندگی میں اس نے اتنے متضاد اور متناقض دعوے کئے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے کہ ایک شخص بقائمی ہوش وحواس اتنی متناقض باتیں کیسے کہہ سکتا ہے! مرزا قادیانی نے ان متناقض دعوؤں کے ذریعہ بےشمار لوگوں کو راہِ راست سے برگشتہ کیا، بالآخر خود تو اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لئے دارالجزا میں پہنچ گیا، لیکن اس کے ماننے والے اس کی پیروی میں اب تک اپنی عاقبت برباد کررہے ہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا أيّ منقلب ینقلبون!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین

مذہبی رواداری... حدود اور دائرہ کار

مولانا انصار اللہ قاسمی

دنیا میں کوئی بھی چیز اپنی حد اور دائرہ میں اچھی اور بھلی لگتی ہے، یہاں تک کہ خوشی اور مسرت کے موقع پر جب آدمی کے جذبات حد اور دائرہ سے نکل کر بے قابو ہو جائیں تو پھر یہی خوشی و مسرت کا موقع غم اور ماتم میں بدل جاتا ہے، مذہبی رواداری ایک اچھی چیز اور بھلی بات ہے، مذہبی تشدد اور تعصب کے موجودہ ماحول میں اس کی اہمیت اور افادیت پہلے سے بڑھ کر ہے، لیکن دوسری چیزوں کی طرح مذہبی رواداری کی بھی ایک حد اور دائرہ ہے، اگر یہ حد اور دائرہ سے باہر ہو جائے تو بجائے فائدہ کے الٹا نقصان دہ ثابت ہوتی ہے، اسلام افراط وتفریط سے پاک عدل اور اعتدال کا مذہب ہے۔ قرآن مجید میں مسلمانوں کو ''امت وسط'' فرمایا گیا، اس لئے مذہبی رواداری کے معاملہ میں اتنی زیادہ وسعت اور گنجائش نہیں رکھی گئی کہ مذہب کی حقیقت موم کی سی ہو جائے اور دین وشریعت فٹ بال بن جائے کہ جب چاہے، جدھر چاہے اور جیسا چاہا اچھال دیا اور نہ اتنی سختی اور شدت رکھی گئی کہ تعصب اور فرقہ پرستی کو ہوا ملے۔

اسلامی تعلیمات میں غور وتدبر کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں مذہبی آزادی اور اس سے متعلق تمام حقوق کو وضع کرنے کے علاوہ مذہبی رواداری کے حدود وقیود بھی متعین کئے گئے ہیں، ان حدود وقیود کو سمجھنے سے معلوم ہوگا کہ مذہبی رواداری کا موقع محل کیا ہے اور کیا ہونا چاہئے؟

چنانچہ ''خدمت خلق'' مذہبی رواداری اور بھائی چارگی کا سب سے بہترین موقع اور محل ہے، یہاں ''وحدتِ ادیان'' کی بنیاد پر نہیں، بلکہ ''وحدتِ آدم'' کی بنیاد پر اسلام کی رفاہی وفلاحی تعلیمات ہیں، چنانچہ اسلام نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے متعلق اپنی تعلیمات اور ہدایات میں کسی خاص قوم، رنگ ونسل، مذہب وملت اور طبقہ وپیشہ کی کوئی تقسیم وتفریق نہیں کی، مثلاً: اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری مخلوق کو اللہ کا کنبہ فرمایا اور مخلوق کے ساتھ جو اچھا برتاؤ کرے اس کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب قرار دیا: ''الخلق عیال اللّٰہ، فاحب الخلق من احسن الیٰ عیالہ'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو لوگوں کے لئے نفع رسانی کا کام کرے: ''خیر الناس من ینفع الناس'' پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان سے اچھے برتاؤ کی تعلیم وتلقین کی، اس سلسلہ میں احادیث کی اہم مشہور اور مستند کتابوں میں مستقل ابواب ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ وہ شخص مومن ومسلمان نہیں، جس کی ایذا رسانی اور تکلیف سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں، پڑوسیوں میں ظاہر ہے کہ مسلم اور غیر مسلم ہر مذہب کے پیروکار بستے ہیں، اس لئے یہ اسلامی تعلیمات تمام پڑوسیوں کے لئے ہیں۔

انسانیت کی فلاح و بہبود اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی سے متعلق اسلام کی روشن تعلیمات صرف نظریات نہیں ہیں بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور مسلم حکمرانوں نے ان کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا، ایک یہودی کے گھر میں اس کا لڑکا بیمار ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، دیکھا کہ لڑکا بالکل قریب المرگ ہے اور موت و زیست کی حالت میں ہے، آپ ﷺ نے اس کو کلمۂ شہادت کی تلقین کی، لڑکے نے اپنے باپ کی طرف نظریں اٹھائیں، یہودی باپ نے لڑکے سے کہا: بیٹا! ابوالقاسم (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات مان لو، لڑکے نے کلمۂ شہادت پڑھا اور تھوڑی دیر بعد اس کی روح پرواز کرگئی، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کے عالم میں یہ کہتے ہوئے، یہودی کے گھر سے باہر آئے کہ: ''الحمدللّٰہ الذی انقذہ من النار''... اللہ ہی کے لئے حمد وثنا ہے، جس نے لڑکے کو جہنم کی آگ سے بچالیا... اس واقعہ میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی ہونے کی حیثیت سے یہودی گھرانے کے ساتھ حسن سلوک کی عملی تعلیم دی، وہیں رسول اور پیغمبر ہونے

کے ناطے اپنے فرض منصبی کو بھی پورا فرمایا اور دنیا میں کسی انسان کے لئے اس سے بہتر اور برتر بھلائی اور صحیح خیر خواہی کیا ہوسکتی ہے کہ اس کو ہدایت مل جائے اور وہ آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بچ جائے، یہی تو انسان کی سب سے بڑی کامیابی ہے:

”فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ.....“ (آل عمران:۱۸۵)

پس انسانیت کی فلاح و بہبود سے متعلق نیکی وتقویٰ اور خیر و بھلائی کے تمام کاموں اور سرگرمیوں میں اسلام نے مذہب وملت کا کوئی فرق و امتیاز نہیں رکھا، رفاہی خدمات اور خیراتی کام ہی اصل میں مذہبی رواداری اور بھائی چارگی کا موقع و محل ہیں، اس لئے کہ ان میں انسان بحیثیت انسان دوسروں کے کام آتا ہے، وہ اپنے اندر کوئی مذہبی تحفظات نہیں رکھتا اور یہی وہ کام ہیں جن سے انسانوں کے دکھ درد کو سمجھا اور بانٹا جاسکتا ہے، مذہب وملت سے پرے ہوکر ان کے ذریعہ قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو پروان چڑھایا جاسکتا ہے اور یہ رفاہی خدمات باہمی تعاون اور تال میل کو قائم کرنے اور رکھنے میں مفید اور معاون ثابت ہوتی ہیں۔

اس کے برخلاف خالص مذہبی رسوم اور تہواروں میں شرکت کرنے والوں میں مذہبی رواداری اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی سے زیادہ اپنی شہرت و ناموری اور ریا کاری کا جذبہ ہوتا ہے اور یہی بات بھی ہے کہ جو شخص ان مواقع پر اپنے مذہبی حدود کا پابند نہ ہو وہ اپنے مذہب کا مخلص اور خیر خواہ نہیں ہوسکتا، پس جس چیز کی وجہ سے دنیا میں اس کی شناخت قائم ہے اور ملی تشخص باقی ہے، جب وہ اس کا خیر خواہ اور مخلص نہیں رہا تو پوری انسانیت کا مخلص کیسے ہوسکتا ہے، اس لئے خالص مذہبی تہواروں اور تقاریب کے موقع سے رواداری اور بھائی چارگی کے نام نہاد مظاہرے رواداری نہیں، بلکہ مذہب بیزاری اور مذہبی آوارگی کے نمونہ ہیں، خدافراموشی اور خودفریبی کی مثالیں ہیں، ایک سچے اور پکے مسلمان کا یہ شیوہ اور شعار ہونا چاہئے کہ وہ جہاں بھی ہو جس کے بھی ساتھ ہو اور جو بھی موقع ہو وہ توحید کا علمبردار اور ایک وحدہ لاشریک کا پرستار بن کر رہے، وہ بامسلمان اللہ اللہ تو رہتا ہے اس کو بابرہمن بھی اللہ اللہ ہی رہنا چاہئے نہ کہ رام رام۔

دنیا کے دوسرے مذاہب کے درمیان اسلام کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے، وہ اپنے عقائد ونظریات اور تعلیمات کے تعلق سے بہت ہی غیرت مند اور حساس واقع ہوا ہے، اس تعلق سے اسلام میں ذرہ برابر بھی لچک نہ رکھی گئی اور نہ اس کو برداشت کیا گیا، چنانچہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ قوت اور شدت کے ساتھ شرک کی مذمت و بُرائی بیان کی گئی، شرک کے معاملہ میں ذرا بھی نرمی اور رواداری نہیں برتی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک

چھ روزہ تحفظ ختم نبوت کورس

ملیر..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چھ روزہ تحفظ ختم نبوت کورس جامع مسجد توسین گلشن منیر ملیر ۱۵ میں منعقد ہوا۔ کورس کا آغاز پانچ سالہ بچے مائد مختار بلوچ جو اسی مسجد ہذا کے مدرسہ کا طالب علم ہے کی تلاوت سے ہوا۔ کورس کا دورانیہ بعد نماز عشاء ایک گھنٹہ رکھا گیا تھا۔ پہلے دن ۲۵ دسمبر کو مبلغ ختم نبوت ضلع کورنگی مولانا محمد عادل غنی نے عقیدۂ ختم نبوت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بڑے احسن انداز میں بیان کیا۔ دوسرے دن کورس کا آغاز ۴ سالہ ابوبکر کی تلاوت سے ہوا اور پھر مولانا مفتی محمد اسحاق مصطفیٰ مبلغ ختم نبوت ضلع ملیر نے ”سیدنا مہدی علیہ الرضوان“ کے متعلق مسلمانوں کا کیا عقیدہ ہونا چاہئے اور فتنہ دجال پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ تیسرے دن ۵ سالہ ابراہیم رحمت اللہ کی تلاوت سے آغاز ہوا اور پھر مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا محمد قاسم نے گوہر شاہی کے فتنہ سے لوگوں کو آگاہ کیا اور ”تحفظ ختم نبوت ہماری ذمہ داری“ کے موضوع پر لوگوں کو خوب بیدار کیا۔ چوتھے دن تلاوت ۵ سالہ نادیہ یوسف نے کی اور مولانا فیض ربانی نے ”مرزا غلام احمد قادیانی کا تعارف“ کرایا۔ پیدائش سے لے کر موت تک کے حالات بتلائے۔ پانچویں دن کورس کا آغاز ۵ سالہ عبیداللہ یامین کی تلاوت سے ہوا اور مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا عبدالحیٔ مطمئن نے ”اسلام اور قادیانیت کا اختلاف“ بڑے احسن انداز میں لوگوں کو بتلایا۔ ۳۰ دسمبر کو ۵ سالہ عمران سیدا کبر کی تلاوت سے کورس کا آغاز ہوا پھر عالمی مجلس تحفظ نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے ”حیات عیسیٰؑ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں“ بیان کیا۔ مسجد ہذا کے موذن قاری عبدالوہاب گمسی نے چھ روزہ کورس میں روزانہ بارگاہ نبوت عزت مآب میں گلہائے عقیدت نچھاور کرکے لوگوں میں عشق محمدی کے جذبہ کو خوب ابھارا۔ بعدازاں سوال وجواب کی نشست ہوئی، صحیح جوابات دینے پر شرکائے کورس کو انعامات سے نوازا گیا۔ پروگرام کے منتظمین جامع مسجد توسین کے امام وخطیب مولانا محمد یوسف خان اورکزئی علی خیل، مولانا مفتی ابوبکر صدیق، مولانا امان اللہ، مولانا داؤد وقاص، حاجی زاہد علی بلوچ، عبدالکریم بلوچ اور مثال اکبر اورکزئی تھے۔ منتظمین نے تمام شرکاء کے لئے کتاب آئینہ قادیانیت اور لٹریچر کا اہتمام بھی کیا اور آخر میں تمام ساتھیوں کے طعام کا بھی انتظام کیا گیا تھا اور اسی کورس میں خواتین کی کثیر تعداد بھی شریک ہوئی۔ آخر میں مولانا قاضی احسان کی دعا سے کورس اختتام پذیر ہوا۔

مرتبہ مکہ کے مشرکین آئے، اس وقت توحید کی دعوت علی الاعلان زوروں پر تھی، مشرکین مکہ نے آپ کے سامنے یہ پیشکش رکھی کہ کچھ دن وہ اپنے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید کے مطابق ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کریں گے اور کچھ دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معبودوں کی عبادت کریں، تاکہ روز، روز کا جھگڑا و اختلاف ختم ہوجائے۔ اس پر سورۂ کافرون نازل ہوئی، جس میں مشرکین مکہ کی اس پیشکش کو سختی کے ساتھ مسترد کردیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے اعلان کروایا گیا کہ: ''اے نبی! کہہ دیجئے، اے کافرو! تم جن کی عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کروں گا۔''

صرف شرک ہی نہیں بلکہ جہاں شرک کا شبہ، شائبہ اور مشابہت پیدا ہوتی ہے اس کا بھی اسلام میں خاتمہ کردیا گیا، مثلاً نماز جنازہ اس میں رکوع وسجود اس لئے نہیں رکھے گئے کہ اس سے میت کی عبادت و بندگی کا شبہ پیدا ہوتا ہے، اسی شرک کی ممانعت و مذمت کی بنا پر مجسمہ سازی سے روکا گیا۔ ایک معمولی اور چھوٹی سی نیکی اگر کی جائے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی رضا وخوشنودی پیش نظر رہے تو یہ نیکی بھی منہ پر ماردی جاتی ہے، پس ایک غیرت مند شوہر کو اپنی ہرجائی بیوی پر جو غیرت آسکتی ہے، خدا کی آتش غضب بندوں کے مشرکانہ اعمال و افعال پر اس سے زیادہ بھڑکتی ہے، اس لئے صبح وشام کی زندگی میں لحہ بہ لحہ دعائیں سکھلائی اور دل نشین کرائی گئیں، تاکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بڑائی و یکتائی اور اس کے اختیار واقتدار کا احساس باقی رہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اس کے پیروؤں کی اپنی الگ شناخت و پہچان بنتی ہے، ان کا الگ ملی تشخص قائم ہوتا ہے، اسلام میں اس دینی و مذہبی پہچان اور ملی تشخص کی حفاظت پر بھی زور دیا گیا اور ہر ایسی چیز سے روکا گیا جو اس کے لئے خطرہ بنتی ہو، مثلاً ملی تشخص کو سب سے بڑا خطرہ کسی دوسری قوم اور مذہب سے مشابہت اختیار کرنے میں ہوتا ہے، بالخصوص مراسم عبودیت و بندگی میں ذرہ برابر مشابہت اور شرکت سے کسی بھی شخص کی ملی شناخت شدید مجروح ہوتی ہے، چنانچہ اسلام میں سورج کے نکلنے، ڈوبنے اور نصف النہار پر ہونے کے وقت نماز پڑھنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ اس سے دوسری قوموں سے مشابہت اور مماثلت ہے، جو ان اوقات میں عبادت و پوجا پاٹ کرتے ہیں۔

(سنن نسائی باب النہی عن الصلوٰۃ بعد العصر)

ماہِ محرم میں یوم عاشورا کے موقع پر مسلمانوں کو دو روزے رکھنے کا حکم دیا گیا تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہو کیونکہ وہ ایک روزہ رکھتے تھے، ایک مرتبہ مسلمانوں نے موسم بہار کی آمد اور اس کے اختتام پر ایرانیوں کی طرح تہوار منانے کی اجازت چاہی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی۔

(مشکوٰۃ بحوالہ سنن ابی داؤد، حدیث: ۱۴۳۹)

غور کرنے کا مقام ہے کہ جس دین و مذہب میں عقیدۂ توحید کی یہ نزاکت ہو کہ اس میں تھوڑی سی بھی لچک گوارا نہیں اور مسلمانوں کے ملی تشخص کی یہ اہمیت ہو کہ اس میں ادنیٰ درجہ کی مماثلت اور مشابہت کی اجازت و گنجائش نہیں تو پھر یہ مسلمان کے لئے کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ ایسے تہواروں جو خالص مذہبی ہیں، جن کی جڑ میں مشرکانہ عقائد پیوست ہیں اور وہ اپنی اس شرکت کو مذہبی رواداری اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا نام دیں۔

پس جس مسلمان کو مذہبی رواداری کا موقع ومحل، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا اسلامی تصور معلوم ہو اور عقیدۂ ایمان کی نزاکت اور اپنے ملی تشخص کی اہمیت کا احساس ہو تو وہ مذہبی تہواروں کے موقع سے رواداری وفرقہ وارانہ ہم آہنگی کے نام نہاد مظاہروں اور ہنگاموں سے دور رہے گا، اس دوری کی وجہ سے کسی کے ناراض ہونے یا روٹھ جانے کا غم و افسوس بھی نہیں ہونا چاہئے، اس لئے کہ:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

☆☆.........☆☆

بیاد خادم العلماء والصلحاء الحاج مستقیم احمد پراچہ رحمۃ اللہ علیہ
ہفتہ وار اصلاحی بیان بعد عشاء
بروز ہفتہ
بروز منگل
بمقام دکھنی جامع مسجد پاکستان چوک کراچی
مستورات کے سننے کا بھی انتظام ہے
الداعی الی الخیر شعبہ نشرواشاعت درس کمیٹی دکھنی جامع مسجد پاکستان چوک
رابطہ 0300-2276606 0321-8730063

کیا پاکستان کو اسرائیلی ریاست تسلیم کر لینی چاہیے؟

مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

نوٹ: یہ تحریر سوشل میڈیا پر نشر کی گئی ایک گفتگو کی مدد سے مرتب کی گئی ہے۔

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ مجھے اس سوال پر گفتگو کرنی ہے کہ آج کل اسرائیل کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی جو بات ہو رہی ہے اس کے بارے میں پاکستان کا اصولی موقف کیا ہے؟ کیا موقف ہونا چاہیے؟ اور معروضی حالات میں پاکستان کا مفاد کیا ہے؟ لیکن اس سے پہلے مسئلہ کی نوعیت سمجھنے کے لئے اسرائیل کے قیام کے پس منظر پر کچھ گفتگو کرنا ہوگی، اس کے بعد موجودہ معروضی صورتحال صحیح طور پر سامنے آئے گی اور پھر میں اپنی رائے کا اظہار کروں گا۔

آج سے ایک صدی پہلے اسرائیل کا کوئی وجود نہیں تھا اور فلسطین کا سارا علاقہ خلافت عثمانیہ کا صوبہ تھا۔ بیت المقدس اور یہ پورا خطہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح ہوا تھا اور حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراحؓ اس علاقہ کے فاتح ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے خود تشریف لا کر بیت المقدس کا چارج مسیحی قیادت سے لیا تھا۔ طیطس رومی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کے تقریباً پون صدی بعد بیت المقدس پر قبضہ کر کے یہودیوں کو نکال دیا تھا، ان کا معبد ختم کر کے ان کے داخلہ پر پابندی لگا دی تھی، وہ پابندیاں حضرت عمرؓ نے اس حد تک ختم کر دیں کہ یہودیوں کو اپنی عبادت گاہ میں آ کر عبادت کرنے کی اجازت حاصل ہو گئی اور یہ اجازت خلافت عثمانیہ کے خاتمہ تک انہیں حاصل رہی ہے۔ اب سے ایک صدی قبل تک فلسطین میں یہودیوں کی آبادی بہت کم تھی، ایک سے دو فیصد بتائی جاتی ہے، یا شاید کچھ زیادہ ہو گی، یہودیوں کو یہ اجازت حاصل رہی ہے کہ وہ آئیں اور دیوار گریہ کے ساتھ جو کہ ان کی عبادت گاہ ہے وہاں عبادت کریں، البتہ فلسطین میں خلافت عثمانیہ کے دور میں، جو کہ چار صدیوں کے عرصہ تک محیط ہے، یہودیوں کو وہاں زمین خریدنے اور کاروبار وغیرہ کرنے کی اجازت نہیں تھی، کیونکہ یہ خدشہ تھا کہ یہودی دو ہزار سال قبل کی پوزیشن پر جا کر فلسطین اور بیت المقدس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان تحفظات کی بنیاد پر کہ فلسطینی جو گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے وہاں آباد ہیں ان کی آبادی متاثر ہو گی اور بیت المقدس پر مسلمانوں کا کنٹرول کمزور ہو گا اس لئے یہودیوں کو وہاں آباد ہونے کی اجازت نہیں تھی، البتہ عبادت کے لئے آنے جانے کی سہولت انہیں حاصل رہی۔

اب سے تقریباً سوا صدی پہلے یہودیوں نے عالمی سطح پر ایک تنظیم بنائی اور اس کے تحت یہ پروگرام بنایا کہ ہم نے فلسطین میں دوبارہ آباد ہو کر اور دنیا بھر سے یہودیوں کو وہاں اکٹھا کر کے اپنا سابقہ دور واپس لانا ہے اور اسرائیل کے نام سے ریاست قائم کرنی ہے۔ ''اسرائیل'' حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ایک بڑی ریاست تھی جسے بحال کرنے کے لئے یہودیوں نے تگ و دو شروع کر دی۔ یہ خلافت عثمانیہ کا دور تھا جس کے تاجدار اس وقت خلیفہ عبد الحمید ثانیؒ تھے، ان سے یہودیوں کے رابطے شروع ہوئے کہ ہمیں فلسطین میں جگہ خرید کر آباد ہونے کی اجازت دی جائے۔ خلیفہ عبد الحمید ثانیؒ نے یہودیوں کے اس مطالبے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، وہ اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں کہ مجھے معلوم تھا کہ ان کا پروگرام کیا ہے اس لئے میں یہ رسک نہیں لے سکتا تھا۔ خلیفہ سے عالمی یہودی لیڈر ہرتزل کی متعدد ملاقاتیں ہوئیں لیکن خلیفہ کا انکار برقرار رہا۔ اس کے بعد خلافت عثمانیہ خود مسائل کا شکار ہو گئی اور خلیفہ عبد الحمید ثانیؒ کو معزول کر کے نظر بند کر دیا گیا، یہ ایک الگ داستان ہے۔ لیکن یہودیوں کا یہ مشن تھا کہ انہیں فلسطین میں جگہ خرید کر آباد ہونے کا موقع دیا جائے اور دنیا بھر سے یہودی یہاں جمع ہوں تاکہ ہم اسرائیل کی ریاست بحال کریں، جسے خلافت عثمانیہ نے قبول نہیں کیا۔ یہ جنگ عظیم اول کا زمانہ تھا، یہودیوں نے اس مقصد کے لئے برطانیہ سے رابطہ قائم کیا، اور عیسائی جو کہ یہودیوں کے روایتی

حریف تھے کہ عیسائی یہودی دشمنی تو دنیا کی معروف دشمنی ہے، لیکن بہرحال ان کا برطانیہ کے ساتھ معاہدہ ہوا اور برطانوی وزیر خارجہ بالفور نے ۱۹۱۶ء میں ''بالفور ڈیکلیریشن'' کے نام سے یہ اعلان کیا کہ سلطنت عظمیٰ برطانیہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن تسلیم کرتی ہے، اور ان کا یہ حق تسلیم کرتی ہے کہ وہ دوبارہ یہاں آ کر آباد ہوں اور اپنی ریاست اور وطن بنائیں، اور یہ کہ سلطنت عظمیٰ برطانیہ یہ وعدہ کرتی ہے کہ جب بھی اسے موقع ملا وہ فلسطین میں یہودیوں کو آباد ہونے کا موقع فراہم کرے گی۔

اس دوران جنگ عظیم اول کے نتیجے میں خلافت عثمانیہ ختم ہوگئی، یہ علاقے مختلف ملکوں کے پاس چلے گئے، کچھ فرانس کے پاس، کچھ برطانیہ کے پاس، اس تقسیم میں جو جنگ عظیم اول کے بعد فاتح اتحادی ممالک کے درمیان ہوئی، اس میں فلسطین کا علاقہ برطانیہ نے سنبھال لیا اور اپنا وائسرائے یا گورنر جنرل وہاں مقرر کر کے یہ اعلان کر دیا کہ یہودی دنیا میں جہاں کہیں بھی ہیں وہ یہاں آ کر آباد ہو سکتے ہیں۔ یہ ۱۹۱۷ء کے زمانے کی بات ہے کہ یہودیوں نے یہاں آ کر آباد ہونا شروع کیا جس کے خلاف فلسطینیوں نے مزاحمت کی اور مختلف مراحل میں تصادم وغیرہ ہوئے، لیکن بہرحال برطانیہ کے انتداب کے دور میں جب انہوں نے فلسطین کو اپنی نوآبادی کے طور پر سنبھال رکھا تھا، اعلان بالفور کے مطابق یہودیوں کو مواقع اور وسائل مہیا کئے اور یہودی یہاں آ کر آباد ہونا شروع ہوئے۔ اور پھر جب یہودی اس حد تک یہاں آباد ہوگئے کہ ایک علاقہ ان کے لئے ایک ریاست کے طور پر تسلیم کیا جا سکتا تھا تو ۱۹۵۵ء میں وہ اقوام متحدہ میں فلسطین کی تقسیم اور اسرائیل کے قیام کا کیس لے کر گئے جسے منظور کر لیا گیا، اور پھر برطانیہ اس علاقہ سے چلا گیا اور اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔

اقوام متحدہ کے فیصلے کے مطابق فلسطین کو تقسیم کر کے ایک حصے کو اسرائیلی ریاست قرار دے دیا گیا اور دوسرا حصہ فلسطینیوں کے حصے میں رہا جو کہ ابھی تک نیم ریاست اور نیم نوآبادی اور اس نوعیت کا علاقہ چلا آ رہا ہے۔ اس وقت اقوام متحدہ نے فلسطین کی تقسیم قبول کر کے اسرائیل ریاست کے قیام کی جو منظوری دی، مسلمان ممالک نے مجموعی طور پر اسے قبول نہیں کیا، نہ عرب ممالک نے اور نہ دیگر مسلمان ممالک نے، مسلمانوں نے اسے فلسطینیوں پر ظلم اور بیت المقدس کے خلاف سازش قرار دیا۔ یہ پاکستان بننے سے کچھ عرصہ پہلے کا زمانہ تھا اور بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کا یہ واضح بیان بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ اسرائیل ایک ناجائز ریاست ہے اور یہ مسلمانوں کے دل میں خنجر گھونپنے والی بات ہے جسے ہم تسلیم نہیں کریں گے، البتہ بڑی طاقتیں امریکہ، یورپ اور روس وغیرہ اسرائیل کو سپورٹ کرتے رہے۔

اگلا مرحلہ یہ ہوا کہ ۱۹۶۷ء میں ایک اور جنگ ہوئی جس میں اسرائیل کو مغربی طاقتوں کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی اور اس نے مصر، اردن اور شام کو شکست دے کر (۱) مصر کے صحرائے سینا (۲) شام کی گولان پہاڑیوں (۳) اور بیت المقدس کے علاقہ پر قبضہ کر لیا جو کہ اس وقت اردن کے پاس تھا۔ یوں اسرائیل نے اپنی سرحدوں میں توسیع کر لی، یہ میری ہوش کا زمانہ تھا اور یہ مناظر میری آنکھوں کے سامنے ہیں، میں بھی اس وقت مظاہروں اور احتجاجی کیمپین میں شریک ہوتا تھا۔ خیر یہ معاملات چلتے رہے، چند سال بعد مصر کی ایک بار پھر اسرائیل سے جنگ ہوئی اور مصر نے صحرائے سینا واپس حاصل کیا، جبکہ گولان پہاڑیاں، یروشلم اور بیت المقدس ابھی تک اسرائیل کے قبضہ میں ہیں۔ اقوام متحدہ نے ۱۹۶۷ء کے بعد کی اسرائیل کی حدود کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی ابھی تک مسلسل یہ قراردادیں چلی آ رہی ہیں کہ اسرائیل کو ۱۹۶۷ء سے پہلے والی پوزیشن پر واپس چلے جانا چاہئے، عملاً عالمی سطح پر خواہ کچھ بھی ہو رہا ہو لیکن یونائیٹڈ نیشنز کا سرکاری موقف یہ ہے کہ اسرائیل نے ۱۹۶۷ء میں جن علاقوں پر قبضہ کیا تھا وہ انہیں خالی کر دے۔

اس کے بعد صورتحال آگے بڑھی، سرد جنگ میں ایک طرف امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک تھے اور دوسری طرف سوویت یونین اور اس کے اتحادی ممالک تھے۔ کچھ عرب ممالک کو امریکہ اور کچھ کو سوویت یونین سپورٹ کر رہا تھا، جبکہ اسرائیل کو تقریباً سبھی سپورٹ کر رہے تھے، اس ساری کشمکش میں ایک مرحلہ ایسا آیا کہ عربوں سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ اسرائیل کی ۱۹۶۷ء سے پہلے والی پوزیشن تسلیم کر لیں تو ہم اسرائیل کو واپس جانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں گولان کی پہاڑیاں شام کو واپس ہو جائیں گی اور یروشلم اور بیت المقدس کا علاقہ آزاد ہو گا۔ چنانچہ اس فارمولا کی بنیاد پر کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ ہوا جس میں عربوں سے وعدہ کیا گیا تو اس کے نتیجے میں مصر، شام اور چند دیگر عرب ممالک نے اسرائیل

کوتسلیم کرلیا۔البتہ سعودی عرب، پاکستان، ایران اور دیگر مسلم ممالک اپنے سابقہ موقف پر قائم رہے کہ ہم سرے سے اسرائیل کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ چنانچہ اس وقت مسئلہ فلسطین کے حوالے سے تین موقف عالمی فورم پر سامنے ہیں:

☆...... ایک موقف یہ ہے کہ اسرائیل وجود میں آگیا ہے اور یہ ایک معروضی حقیقت ہے اس لئے اسے تسلیم کرکے اس کے ساتھ معاملات کرنے چاہئیں، ہمارے بعض دانشور بھی یہ بات باربار کررہے ہیں۔

☆...... دوسرا موقف ان عرب ممالک کا ہے جنہوں نے اسرائیل کو اس شرط پر تسلیم کیا تھا کہ وہ ۱۹۶۷ء سے پہلے والی پوزیشن پر واپس چلا جائے گا اور جن علاقوں پر اس نے قبضہ کیا تھا انہیں چھوڑ دے گا۔ یہ نہ صرف چند عرب ممالک کا موقف ہے بلکہ اقوام متحدہ کا سرکاری موقف بھی یہی ہے۔

☆...... تیسرا موقف حماس، سعودی عرب، پاکستان اور ایران وغیرہ کا ابھی تک یہی چلا آرہا ہے کہ ہم اسرائیل کو ایک جائز ریاست کے طور پر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

ان تین موقفوں کی بنیاد پر مسئلہ فلسطین اور اسرائیلی ریاست کے حوالے سے کشمکش جاری ہے اور اس پس منظر اور تناظر میں پاکستان سے یہ تقاضہ کیا جارہا ہے، پاکستان کے اندر سے بھی یہ آوازیں آرہی ہیں اور باہر سے بھی یہ دباؤ ڈالا جا رہا ہے، کہ پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرکے اس کے ساتھ معمول کے تعلقات قائم کرے۔ اس حوالہ سے ایک بڑی مہم چلائی جارہی ہے جس میں ممکن ہے مزید اضافہ ہو کیونکہ بہت لابنگ اور پراپیگنڈا ہو رہا ہے۔ لیکن میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ بات واضح نہیں ہے کہ ہمارے جو دانشور اس مہم کا حصہ ہیں وہ اسرائیل کو کس تناظر میں تسلیم کرنے کی بات کررہے ہیں؟ کیا یہ کیمپ ڈیوڈ کے تناظر میں اسرائیل کو تسلیم کرنا چاہتے ہیں جس کے تحت عرب ممالک نے اسرائیل کو ۱۹۶۷ء سے پہلے والی پوزیشن پر واپس جانے کی شرط کے ساتھ تسلیم کیا تھا؟ یا اسرائیل کو اس کے بیت المقدس اور دیگر علاقوں پر قبضہ سمیت تسلیم کرنا چاہتے ہیں؟ لیکن اس صورتحال کو سامنے رکھ کر یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ پاکستان کا مفاد کیا ہے اور پاکستان کی اپنی ضرورت کیا ہے؟

سب سے پہلے تو قائداعظم مرحوم کی بات دہراؤں گا۔ ہم اگر اس وطن کو قائداعظم کا پاکستان کہتے ہیں، قائداعظم مرحوم کو پاکستان کا بانی تسلیم کرتے ہیں اور پاکستان کی پالیسیوں کا سرچشمہ قائداعظم کے اعلانات کو مانتے ہیں، تو پھر جس طرح ہمیں ان کی یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ (۱) کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے (۲) اسی طرح ہمیں قائداعظم کی یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہئے کہ اسرائیل ایک ناجائز ریاست ہے جو کہ مسلمانوں کے دل میں خنجر گھونپنے والی بات ہے جسے ہم تسلیم نہیں کرسکتے۔

اس کے علاوہ معروضی صورتحال بھی دیکھ لیں، مجھے اس پر تعجب ہوتا ہے کہ مسلم امہ سے تو مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اسرائیل کی ریاست کو تسلیم کرے، لیکن اسرائیل پر کسی طرف سے کوئی دباؤ ڈالنے والا نہیں ہے کہ ۱۹۶۷ء سے پہلے والی پوزیشن پر واپس جاؤ۔ میں اگرچہ خود یہ موقف نہیں رکھتا لیکن بالفرض اگر یہ موقف تسلیم کرلیا جائے تب بھی یہ دباؤ تو دو طرفہ ہونا چاہئے۔ اگر مسلم ممالک پر دباؤ ہے کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کریں تو اسرائیل سے یہ کیوں نہیں کہا جارہا کہ وہ ۱۹۶۷ء سے پہلے والی پوزیشن پر واپس جائے؟ اسرائیل کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق ۱۹۶۷ء کی پوزیشن پر واپس لے جائے بغیر مسلم ممالک پر یہ دباؤ ڈالنا کہ وہ اسرائیلی ریاست کو تسلیم کریں، یہ یکطرفہ بات ہے، ناانصافی کی بات ہے، ظلم کی بات ہے، دھاندلی کی بات ہے۔

بلکہ میں اس سے ایک قدم آگے کی بات کروں گا کہ اسرائیل کی ایک حیثیت ۱۹۶۷ء سے پہلے والی ہے جسے اقوام متحدہ تسلیم کرتی ہے۔ اسرائیل کی ایک حیثیت ۱۹۶۷ء کے بعد

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABS
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

مختلف علاقوں کے قبضہ کے ساتھ ہے۔لیکن اس سے اگلا دائرہ گریٹر اسرائیل کا بھی ہے کہ وہ اس سے اگلے مرحلہ پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ گریٹر اسرائیل کا نقشہ انٹرنیٹ پر موجود ہے،جس میں مصر ہے، شام ہے، آدھا سعودی عرب ہے، عراق ہے اور سوڈان وغیرہ ہے۔یعنی صورتحال یہ ہے کہ اسرائیل نہ صرف یہ کہ ۱۹۶۷ء سے پہلے والی پوزیشن پر واپس جانے کے لئے تیار نہیں بلکہ اس کا اس سے آگے گریٹر اسرائیل کا ایجنڈا بھی ہے۔اسے کوئی کچھ کہنے کے لئے تیار نہیں ہے لیکن مسلم ممالک سے کہا جا رہا ہے کہ اسرائیل جیسا کیسا ہے اسے تسلیم کر لیں۔ یہ غیر منطقی بات ہے، غیر اصولی بات ہے، ناانصافی کی بات ہے، یکطرفہ بات ہے، زیادتی کی بات ہے،اور مطالبہ کرنے والوں کو خود اندازہ نہیں ہے کہ وہ کس بات کا تقاضہ کر رہے ہیں۔اگر اسرائیل ۱۹۶۷ء سے پہلے والی پوزیشن پر واپس چلا جائے تو اقوام متحدہ کے دائرہ میں کسی حد تک یہ بات سمجھ میں آتی ہے، لیکن وہ تو اقوام متحدہ کی قراردادوں کو تسلیم ہی نہیں کرتا، وہ بین الاقوامی موقف نہیں مان رہا، وہ گریٹر اسرائیل کا ایجنڈا بھی رکھتا ہے،جس میں مختلف عرب ممالک پر قبضے کا پروگرام شامل ہے،لیکن ہم سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اسرائیل جیسا کیسا ہے اسے قبول کر لیا جائے۔

اس مسئلہ کے ایک اور پہلو پر بھی کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔ یہ بات دیکھئے کہ کشمیر پر ہمارا موقف کیا ہے؟ ہم کشمیر پر انڈیا کے قبضے کو ناجائز کہتے ہیں اور کشمیر کو متنازعہ علاقہ مانتے ہیں، جبکہ اقوام متحدہ کی قراردادیں اس سلسلہ میں ہمارے ساتھ ہیں۔اقوام متحدہ کی قراردادیں موجود ہیں کہ کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے اور استصواب رائے کشمیری عوام کا حق ہے،یعنی وہ اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ کس ملک کے ساتھ ان کا الحاق ہو۔اگر ہم کشمیر کے معاملہ میں اس بات پر قائم ہیں کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں اور عالمی رائے عامہ کے مطابق کشمیری عوام کو اعتماد میں لئے بغیر ہم کشمیر کے متعلق کوئی فیصلہ قبول نہیں کر سکتے، تو پھر فلسطین کے معاملہ میں ہم اقوام متحدہ کی قراردادوں اور عالمی رائے عامہ کو نظرانداز کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ اور وہاں فلسطینیوں کو اعتماد میں لئے بغیر اسرائیل کے قبضہ کو غیر مشروط طور پر تسلیم کرنے کی بات کیسے کر رہے ہیں؟ اگر ہم اسرائیل کو موجودہ حیثیت میں تسلیم کرتے ہیں تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیں کشمیر سے دستبرداری بھی اختیار کرنا ہوگی، یہ نہیں ہو سکتا کہ کشمیر پر ہمارا موقف مختلف ہو اور فلسطین پر ہمارا موقف کچھ اور ہو۔

میں نے تین باتیں عرض کی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ اسرائیل کو تسلیم کرنا قائداعظم مرحوم کے اعلان کے خلاف بات ہوگی۔ دوسری یہ کہ اسرائیل کو کم از کم ۱۹۶۷ء سے پہلے والی پوزیشن پر بھیجے بغیر اسرائیل کو تسلیم کرنا ظلم کی بات ہوگی۔ اور تیسری بات میں نے یہ عرض کی ہے کہ کشمیر اور فلسطین دونوں بڑے مسئلے ہیں، دونوں کی پوزیشن تقریباً ایک جیسی ہے کیونکہ کشمیر کے معاملہ میں انڈیا اقوام متحدہ کی قراردادوں کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، جبکہ فلسطین کے معاملہ میں اسرائیل اقوام متحدہ کی قراردادوں کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ہم اگر ایک مسئلہ پر لچک اختیار کریں گے تو دوسرے مسئلہ پر ہمارے لئے کھڑے رہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہے گا۔

اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان سے یہ بات کہنے والے، کہ وہ اسرائیل کو موجودہ حیثیت میں تسلیم کر لے، ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے ہیں اور یہ بالواسطہ کشمیر پر انڈیا کے قبضے کو تسلیم کروانے کی بات ہوگی۔ اس لئے ہمیں اس سازش کو سمجھنا چاہئے کہ اس سے مسئلہ فلسطین تو متاثر ہوگا ہی، اس کے ساتھ مسئلہ کشمیر بھی متاثر ہوگا،اس لئے ہمیں بڑی سوچ سمجھ اور دیانتداری کے ساتھ زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے فلسطینیوں اور کشمیریوں کے جائز حقوق اور امت مسلمہ کے مفاد کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے اور محض لابنگ اور پراپیگنڈا سے متاثر ہو کر اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بات نہیں کرنی چاہئے۔

(روزنامہ اسلام لاہور، ۱۱؍جنوری ۲۰۱۹ء)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 32545573

خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

جناب محمد متین خالد

قانون وانصاف کی دنیا میں جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اِن کے کئی ایک فیصلے اسلام اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے محافظ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جولائی 2018ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کی رٹ پٹیشن نمبر 3862/2017 پر انھوں نے تحفظ ختم نبوت پر جو تاریخ ساز فیصلہ دیا، علمی حلقوں میں اُسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ تاہم جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے کئی ایک فیصلوں سے بصد احترام ہمیں اختلاف بلکہ ضروری تحفظات بھی ہیں۔ غازی ملک ممتاز حسین قادری شہیدؒ کی اپیل خارج کر کے سزائے موت بحال رکھے جانے والے جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے فیصلہ (PLD2015 Islamabad285) کے پیرا نمبر 27 تا 30 پر ہمیں نہایت تشویش اور افسوس ہے۔ اسی طرح 2017ء میں چند ناعاقبت اندیش فتنہ پرور عناصر کی طرف سے فیس بک پر اسلام کی مقدس ترین ہستیوں بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بدترین توہین کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف انھوں نے ایک فیصلہ (PLD2017 Islamabad 218, Salman Shahid vs Federation of Pakistan) صادر کیا جس کے کئی نکات سے ہمیں نہ صرف اختلاف بلکہ شدید تحفظات بھی ہیں۔ زیر نظر مضمون اسی تناظر میں تحریر کیا گیا ہے۔

2017ء میں اسلام آباد سے تعلق رکھنے والے جناب سلمان شاہد سمیت کئی محبان رسول نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں آئینی درخواست دائر کی جس میں انہوں نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ سلمان حیدر، احمد وقاص گورایہ، عاصم سعید، احمد رضا نصیر اور ثمر عباس نامی اشخاص اور اُن کے دیگر ساتھی فیس بک پر بھینسا، موچی اور روشنی کے نام سے پیجز چلا رہے ہیں جن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت، صحابہ کرام، امہات المومنین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)، قرآن مجید اور حتیٰ کہ اللہ رب العزت کی شان میں انتہائی گستاخانہ مواد بصورت خاکے، تصاویر، تحریر، اور ویڈیوز نشر کیا جارہا ہے۔ سائل نے اپنی آئینی درخواست میں درخواست کے ساتھ گستاخانہ مواد بھی منسلک کیا۔ سائل نے اپنی درخواست میں یہ مؤقف بھی اختیار کیا کہ اُس نے ڈائریکٹر جنرل ایف آئی اے اسلام آباد کو مرتکبین گستاخی رسالت، توہین دین، توہین اصحاب رسول، توہین امہات المومنین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور توہین شعائر اسلام کے خلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ، 295/C تعزیرات پاکستان اور دیگر دفعات کے تحت فوری مقدمہ درج کرنے کی درخواست کی۔ سائلان نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ ایف آئی اے نے شروع میں معاملے میں کچھ مستعدی دکھائی لیکن پھر اچانک اس معاملے پر عمل درآمد روک دیا گیا۔ سائلان نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا کہ سوشل میڈیا پر ان پیجز کو بلاک نہیں کیا گیا اور اس طرح ریاستی ادارے بالخصوص انتظامیہ اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں ناکام ہیں، لہٰذا عدالت سے استدعا کی گئی کہ وزارت اطلاعات، ایف آئی اے اور پی ٹی اے کو ہدایت کی جائے کہ وہ سوشل میڈیا پر بھینسا، مچھر، موچی اور اسی طرح کے دیگر صفحات اور آئی ڈیز جو کہ گستاخانہ الفاظ، خاکے اور ویڈیوز کے ذریعے توہین رسالت، توہین صحابہ، توہین امہات المومنین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)، توہین کتاب اللہ قرآن پاک اور حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی توہین کے مرتکب ہیں، کو فی الفور بند کریں۔ حکومت پاکستان کو ہدایت کی جائے کہ وہ ایف آئی اے پر اس معاملے کی تفتیش، تحقیق، اصلی مجرموں تک رسائی اور اُن کے خلاف فوجداری کارروائی کے معاملہ میں بے جا دخل اندازی اور اس معاملے میں غیر قانونی اثر ورسوخ ڈالنے سے باز و ممنوع رہے۔

7 مارچ 2017ء کو اسلام آباد ہائی کورٹ میں اس اہم کیس کی سماعت شروع ہوئی تو جناب

جسٹس شوکت عزیز صدیقی صاحب کو اللہ رب العزت، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن مجید، صحابہ کرامؓ، اہل بیتؓ اور امہات المومنینؓ کی شان میں ایسا انتہائی گستاخانہ مواد (تصاویر، خاکے، تحریر، ویڈیوز وغیرہ) دکھایا گیا جو مذکورہ ملزمان نے فیس بک پر اپ لوڈ کیا تھا۔ یہ گستاخانہ مواد دیکھنے کے بعد محترم جسٹس صاحب نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:

"حقیقت یہ ہے کہ عدالت ہذا کے روبرو ایک ایسا مقدمہ پیش کیا گیا ہے کہ جس کی تفصیلات نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ آنکھوں کی اشک باری تو ایک فطری تقاضا تھا، میری روح بھی تڑپ کر رہ گئی۔ اس مقدمے کی سماعت کے دوران اپنے دل و دماغ پر گزرنے والی کیفیت الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ قانون کے طلبہ کی نظر میں ایک جج کی ایسی کیفیت کچھ نرالی تصور کی جاتی ہے اور یہ خدشہ رہتا ہے کہ جذبات میں شاید انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ لیکن یہ مقدمہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ذرا مختلف ہے، کیونکہ اس مقدمے میں عدالت کو کسی فریق کے ذاتی جھگڑے یا حق کا تصفیہ نہیں کرنا، بلکہ اپنے نظرثانی کے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے، ریاست اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بقا، سلامتی اور تحفظ کے ضمن میں اپنی آئینی و قانونی ذمہ داری کو پورا کرنا ہے۔ اس مقدمے کی سماعت کے دوران یہ احساس بھی دامن گیر رہا کہ خود آقائے دوجہاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مجھ سمیت ہر کلمہ گو سے یہ سوال کر رہی ہے کہ جب اللہ رحیم و کریم، میرے اور میرے اہل بیتؓ، برگزیدہ صحابہ کرامؓ اور امہات المومنینؓ کے متعلق غلیظ ترین الفاظ، بے ہودہ ترین ویڈیوز، واہیات ترین خاکے اور بدترین پوسٹس انتہائی ڈھٹائی، دیدہ دلیری اور تواتر کے ساتھ سوشل میڈیا کے توسط سے پھیلائی جا رہی ہیں، تو تمہیں نیند کیسے آ رہی ہے؟ تمہاری سانسوں کی آمد و رفت کا تسلسل کیسے برقرار ہے؟ تمہاری زندگی میں روانی، تمہارے شب و روز میں چین و سکون اور تمہارے معاملات میں توازن کیسے قائم ہے؟ اس مقدمے کی سماعت کے دوران یہ خوف بھی رہا کہ کیا سوشل میڈیا پر ایسے گھٹیا، شرم و حیا سے عاری اور تمام اخلاقی حدود سے ماورا پھیلائے گئے تحریری، تصویری اور بصری مواد کی موجودگی میں ہم شافع محشر، ساقی کوثر، سرور انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے روز کوئی عذر پیش کرنے کے قابل ہوں گے؟ جو مواد عدالت کے سامنے پیش کیا گیا، اس کو دیکھ کر غلیظ، بے ہودہ اور بے شرم جیسے الفاظ بہت ہی حقیر محسوس ہوتے ہیں۔ بالعموم جج صاحبان عدالتی فیصلے تحریر کرتے وقت ایسے الفاظ سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن اس فیصلے کے حالات و واقعات کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ میں اپنے آپ کو صورتحال کی وضاحت کے لئے بادل نخواستہ ایسے نامطلوب الفاظ کے استعمال پر مجبور پاتا ہوں۔ میرا ضمیر اور قلم اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میں وہ مواد اس فیصلے میں نقل کروں، چونکہ ایسا کرنے سے گستاخانہ مواد کو تحفظ ملنے کا خدشہ اور تاریخ کا حصہ بن جانے کا احتمال ہے۔ لہٰذا، اس مقدمے میں بطور استشہاد یا بطور حوالہ اس مواد کو نقل کرنے سے اجتناب میں ہی حکمت پنہاں ہے۔

بدقسمتی سے سوشل میڈیا پر اس مواد کو ایک شرمناک مہم کے ذریعے تواتر کے ساتھ پھیلایا گیا ہے اور سوشل میڈیا سے منسلک افراد جو کہ بلاشبہ کروڑوں کی تعداد میں ہیں، اس مکروہ فعل سے آگاہ ہیں۔ اس گستاخانہ مواد نے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں بجا طور پر اضطراب اور غم و غصے کی آگ سلگا دی ہے اور ان کی قوت برداشت اور صبر کا پیمانہ چھلکنے کو ہے، ان کے ایمان و عشق کے جذبات پر ایسی کاری ضرب لگائی گئی ہے کہ ان کا جگر چھلنی اور روح گھائل ہے۔ ان کے احساسات کو اس بری طرح سے مجروح کیا گیا ہے کہ وہ خود کو بے بسی کے عالم میں ایک مجرم سمجھنے لگے ہیں۔ ایسے نازک حالات میں یہ عدالت ایک خاموش تماشائی کا کردار ادا کرنے سے قاصر ہے۔ یہ عدالت اپنی نوجوان نسل کو، جو لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں سوشل میڈیا سے وابستہ ہے، بے بسی، مایوسی، پریشانی، اضطراب اور احساس ندامت کی ایسی بھیانک دلدل میں نہیں دھکیل سکتی، جہاں وہ خود کو ایسے نامراد اور بدبخت گستاخان کے خلاف کوئی قانونی اقدام اور کارروائی کرنے سے مایوس پاتے ہوں۔ عدالت خلا میں سفر کرنے والے کسی سیارے کا نام نہیں، بلکہ ایک ایسے حکم کی مانند ہے جو معاشرے کی نبض شناس ہو۔ یہ عدالت پاکستانی عوام کی توقعات اور عزم، جو دستور پاکستان میں ایک عمرانی معاہدے کی حیثیت سے عیاں ہے، سے پوری طرح واقف ہے۔ دوران سماعت مقدمہ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عدالت عالیہ کا ایک جج ہونے کی حیثیت سے یہ فکر بھی میرے دامن گیر رہی کہ اس مقدمے کی سماعت میں کسی قسم کی کوتاہی میرے اس حلف کو بھی داغدار نہ کر دے، جو میں

نے دستور پاکستان کے تحت اللہ اور اس کے رسول ۔ کو گواہ بنا کے لیا ہے۔ لہٰذا، اس مقدمے (کی سماعت کے دوران) میں پوری کوشش کی گئی ہے کہ حتی المقدور ان تمام عوامل کا تدارک اور سدباب کیا جاسکے اور ایسے تمام راستے مسدود کئے جاسکیں جن کے ذریعے چند عاقبت نااندیش، نبی مہربان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر حملہ آور ہورہے ہیں۔" (PLD 2017 Islamabad 218/228, 229)

محبت رسول میں گوندھی ہوئی نہایت جذباتی گفتگو کے تسلسل میں جناب جسٹس صاحب مزید لکھتے ہیں:

"عدالت پوری یکسوئی سے اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ریاستی اداروں کے ذمہ داروں کو، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر کے ساتھ پاکستانی قوم کی وابستگی اور عشق و محبت کی گہرائی کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔ حضور شفیع المسلمین والمرسلین ہیں۔ ان کی ذات پر حملے یا ان کی شان میں گستاخی، متقی و پرہیزگار و دنیادار اور گناہ گار کوئی مسلمان بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ بے علم و بے عمل مسلمان بھی اتنا شعور بہر حال ضرور رکھتا ہے کہ روز محشر جب خون کے رشتے اجنبی بن جائیں گے، دوست احباب کنارہ کش ہوجائیں گے اور مال و اسباب حیثیت کھو بیٹھیں گے، تو اس کیفیت میں اللہ کریم سے گناہوں کی معافی کے لئے آپؐ ہی شفاعت فرمائیں گے۔ اس لئے یہ مذہبی جنون کا معاملہ نہیں بلکہ ایمان کی پونجی جو اخروی زندگی کے لئے کامیابی کا واحد حوالہ ہے، جسے کوئی مسلمان چاہے، اس کے روز و شب، مطلوب (معیار کے) مسلمان جیسے نہ بھی ہوں، تب بھی آپؐ کے ساتھ عشق کی حرارت میں صاحبانِ عمل سے پیچھے نہیں رہتا اور اس کو سرمایہ حیات سمجھتا ہے۔"

(PLD 2017 Islamabad 218/ 351)

توہین رسالت کے مرتکب کے خلاف جب کوئی قانونی کارروائی نہیں ہوتی تو ردعمل کے طور پر محبت رسول میں سرشار ایک مسلمان کیا کرتا ہے، آیئے! محترم جسٹس صاحب کی زبانی سنتے ہیں:

"یہ پہلو انتہائی تکلیف دہ ہے کہ ریاستی ادارے اس پہلو کا ادراک کرنے سے قاصر رہے کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے، اس کی جغرافیائی سرحدوں کی طرح نظریاتی سرحدیں بھی ہیں۔ جغرافیائی سرحدوں کی پامالی ذمہ دار اداروں کو بے چین اور مضطرب کردیتی ہے، جس سے قوم ایک ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ لیکن ناموس رسالت جو کہ بجا طور پر وطن عزیز کی نظریاتی سرحد ہے، پر تابڑ توڑ حملے نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی صورت کئے جاتے ہیں، تو ریاستی اداروں کی طرف سے عمومی طور بے حسی اور سرد مہری کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ جب کہ ملک کا سواد اعظم غم و غصے، بے بسی اور ذہنی تناؤ کا شکار ہوتا ہے۔ ایسی ہی کیفیت، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں سرشار کسی غلام کو قانون ہاتھ میں لینے پر مجبور کردیتی ہے۔"

(PLD 2017 Islamabad 218/ 349)

محترم جسٹس صاحب نے بالکل درست تجزیہ کیا کہ جب توہین رسالت کے مجرم کے خلاف کسی قسم کی کوئی کارروائی نہ ہو تو پھر ایک سچا مسلمان انتہائی اشتعال میں آ کر قانون ہاتھ میں لے کر ملزم کو قتل کردیتا ہے۔ حقائق سے بھرپور یہ صورت حال بیان کرنے کے بعد اچانک محترم جسٹس صاحب 180 ڈگری کا یوٹرن لیتے ہیں اور اپنے سابقہ مؤقف سے دستبردار ہو کر لکھتے ہیں:

"یہاں اس امر کی وضاحت انتہائی ضروری ہے کہ یہ عدالت ممتاز قادری کیس (PLD 2015 Islamabad 85) میں یہ قرار دے چکی ہے کہ کسی بھی شخص کو توہین رسالت کے ملزم کے خلاف از خود کارروائی کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے اور قانون کو ہاتھ میں لینے والا قرار واقعی سزا کا مستحق ہے۔"

(PLD 2017 Islamabad 218/ 342)

سادہ لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ بدترین توہین رسالت پر مبنی کوئی بھی مواد مثلاً تحریر، تقریر، تصویر یا ویڈیو وغیرہ دیکھ کر خواہ اس سے غصہ و اشتعال میں رونگٹے کھڑے ہوجائیں، آنکھوں سے اشک باری ہوجائے، روح تڑپ جائے، دل و دماغ پر گزرنے والی کیفیت الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہو، نیند نہ آئے، سانسوں کی آمد و رفت کا تسلسل رک جائے، زندگی کی روانی، شب و روز میں چین و سکون اور معاملات توازن قائم نہ رکھ سکیں، غلیظ، بے ہودہ اور بے شرم جیسے الفاظ بہت ہی حقیر محسوس ہوں، ضمیر اور قلم اس بات کی اجازت نہ دیں کہ ایسی توہین لفظوں میں بیان ہو، دلوں میں اضطراب اور غم و غصہ کی آگ سلگ جائے، قوت برداشت اور صبر کا پیمانہ چھلک جائے، جگر چھلنی اور روح گھائل ہوجائے، مذہبی جذبات و احساسات بری طرح سے مجروح ہوں، ایک مسلمان خاموش تماشائی کا کردار ادا کرنے سے قاصر ہو، قانون نافذ کرنے والے ادارے

اپنی ذمہ داریوں سے راہِ فرار اختیار کر کے بے حسی اور سرد مہری کا مظاہرہ کریں، آدمی بے بسی اور ذہنی تناؤ کا شکار ہو جائے .... تو محترم جسٹس صاحب کے بقول ..... تب بھی کسی بھی شخص کو توہین رسالت کے ملزم کے خلاف ازخود کارروائی کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے اور قانون کو ہاتھ میں لینے والا قرار واقعی سزا کا مستحق ہے:

’’جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی‘‘

یہ بات اظہرمن الشمس ہے کہ یہ معاملہ کسی کو دوسرے ذی جان کو قتل کرنے کے اختیار دینے کا نہیں ہے بلکہ شدت جذبات میں اس وقت ایک شاتم رسول کو جہنم واصل کرنے کا ہے۔ جب ہمارا قانون خاموش تماشائی بن کر توہین رسالت کے روح فرسا مناظر کو چپ چپ برداشت کر رہا ہوں تو ایسی صورت میں قاضی یا امام سے سبقت لے کر ایسے بدبخت کو جہنم واصل کرنے والے کے بارے میں یہ عدالتی تحقیقات تو کی جا سکتی ہیں کہ اس نے واقعتاً شاتم رسول کو جہنم واصل کیا یا غلط الزام لگا کر کسی کو ناحق قتل کر ڈالا ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ اس صورت میں قانون کو ہاتھ میں لینے والا بہر حال قرار واقعی سزا کا مستحق ہے، سراسر عدل و انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ وہ سزا کا مستحق تب تو ہو سکتا ہے جب عدالتی تحقیقات میں یہ بات ثابت ہو جائے کہ قاتل نے مقتول پر توہین رسالت کا جھوٹا الزام عائد کر کے اسے ناحق قتل کر ڈالا۔ اس کے برعکس اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے واقعتاً شاتم کو جہنم واصل کیا ہے تو ایسے شخص پر کوئی قصاص و دیت نہیں ہے۔ اس پر تمام فقہی مذاہب کا اجماع ہے بلکہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد فیصلے اس پر شاہد ہیں۔

ہاں امام احمد بن حنبلؒ البتہ ماورائے عدالت کسی مباح الدم شخص کو قتل کرنے پر تادیب کے لئے قاتل کو کچھ تعزیزی سزا دینے کے قائل ہیں لیکن وہ بھی یہی موقف رکھتے ہیں کہ اس پر کوئی قصاص یا دیت نہ ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ تعزیری سزا بھی ان کے نزدیک اس مباح الدم کے لئے ہے جو بوجہ ارتداد اسلام سے نکل گیا ہو یا شادی کے بعد زنا کا مرتکب ہو یا حربی کافر ہو۔ ان کے نزدیک یہ سزا شاتم کو قتل کرنے والے کے لئے نہیں ہے کیونکہ وہ توہین و تنقیص رسالت کو ارتداد سمجھتے ہی نہیں بلکہ اسے ایک ایسا جرم سمجھتے ہیں جس کی سزا حداً موت ہوتی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ایسی سزا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس الٹا یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فعل سرانجام دینے والے کی مختلف الفاظ میں تحسین فرمائی۔ کسی کو بصیر فرمایا اور یہ کہا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی پشت کے پیچھے مدد کرنے والا ہے۔ کسی کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن کی کفایت کرنے والا فرمایا، جس کی اس مہم جوئی کے دوران پنڈلی ٹوٹ گئی اس پر لعاب دہن لگا کر معجزہ سے درست فرمادیا۔

لہٰذا جسٹس موصوف کے فیصلے کا یہ پہلو شریعت اسلامی کی مسلمہ تعلیمات کے بھی برعکس ہے۔ غازی ممتاز قادری کیس میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے فیصلے کا شریعت جائزہ اور اس کا مکمل محاکمہ ملی مجلس شرعی لاہور نے شائع کیا ہے، جس کا مطالعہ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ناگزیر ہے۔ یہ محاکمہ اس قدر علمی، تحقیقی اور مبنی برحقائق ہے کہ خواہش تھی کہ اسے اس مضمون کا لازمی حصہ بنادوں مگر صفحات کی کمی کے پیش نظر ایسا کرنے سے قاصر ہوں۔

قانون کا ادنیٰ طالب علم ہونے کی حیثیت سے اس فیصلے سے بصد احترام اختلاف کرتے ہوئے یہ عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ محترم جسٹس صاحب نے اپنے فیصلہ کے ذریعے قانون توہین رسالت کے مخالف عناصر بالخصوص سیکولر اور قادیانیوں کا دیرینہ مطالبہ پورا کرتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:

’’عدالت اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ بعض عناصر اپنے مذموم ذاتی مقاصد کے حصول کے لئے اور اپنے مخالف کو عامۃ الناس کے غصے اور غضب کا نشانہ بنوانے اور قانون کے شکنجے میں پھانسنے کے لئے توہین رسالت کا جھوٹا الزام بھی عائد کر دیتے ہیں۔ اس سے ملزم اور اس کا خاندان نفرت کی علامت، لائق معاشرتی قطع تعلق اور قانونی کارروائی کے تحت واجب سزا تصور ہوتا ہے۔ گو ایسے واقعات بہت ہی محدود تعداد میں ہیں، لیکن توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانا کسی جرم کی غلط اطلاع دینے اور دفعہ 182 مجموعہ تعزیرات پاکستان کے تحت سزاوار عمل نہیں ہے بلکہ یہ ازخود ایک سنگین جرم ہے جو کہ الزام لگانے والا کسی بے گناہ فرد سے توہین رسالت کے الفاظ، حرکات یا عمل منسوب کر کے، کم از کم خود اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس لئے قانون کا غلط استعمال روکنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ توہین رسالت کا لگایا گیا الزام غلط ثابت ہونے پر، الزام لگانے والے کو وہ سزا دی جائے جو کہ توہین رسالت کے قانون کی صورت میں موجود ہے۔ اس لئے یہ معاملہ مقننہ کے پاس لے کر جانا ضروری ہے، تاکہ ضروری قانون سازی کی جاسکے۔‘‘

(PLD 2017 Islamabad 218/ 350)

یعنی محترم جسٹس صاحب نے اپنے فیصلہ میں پارلیمنٹ کو سفارش کی ہے کہ اس قانون کو چھیڑے بغیر ایک نیا قانون بنایا جائے کہ اگر کوئی شخص (مدعی) کسی دوسرے شخص (ملزم) پر توہین رسالت کا الزام لگائے یا اس کے خلاف ایف آئی آر درج کرائے اور وہ شخص (مدعی) اس الزام کو ثابت نہ کر سکے تو اس (مدعی) کو وہی سزا ملے گی جو توہین رسالت کے مجرم کو دی جاتی ہے۔ معزز عدالت نے توہین رسالت کے قانون کے تحت جھوٹی ایف آئی آر کو روکنے کے لئے پارلیمنٹ کو نئی قانون سازی کرنے کی بھی باضابطہ سفارش کی ہے۔ قارئین کرام کو یاد ہونا چاہئے کہ مشرف دور میں راتوں رات ضابطہ فوجداری میں ایک ترمیم کے ذریعے قانون توہین رسالت کو غیر موثر بنانے کی ایک کامیاب کوشش ہو چکی ہے۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 156-A کے تحت توہین رسالت کے مقدمہ کی تفتیش صرف سپرنٹنڈنٹ پولیس یا اس سے بڑے عہدے کا آفیسر ہی کر سکتا ہے۔ پہلے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 156 کی رو سے پولیس اسٹیشن کے انچارج افسر کو قابل دست اندازی پولیس جرائم، قتل، توہین رسالت اور دیگر سنگین جرائم میں اطلاع دینے یا رپورٹ کرنے پر مقدمہ درج کر کے ملزم کو گرفتار کر کے تفتیش کا اختیار حاصل تھا جس سے مدعی کو یک گونہ اطمینان ہو جاتا کہ ملزم کے خلاف قانون حرکت میں آ گیا ہے۔ اس طریقہ کار میں ملزم پولیس کی تحویل میں آ جانے سے قاتلانہ حملے یا واردات قتل سے بھی محفوظ ہو جاتا تھا۔ علاقے یا ملک سے اس کے فرار ہونے کے راستے بند ہو جاتے کیونکہ جرائم کے انسداد اور لا اینڈ آرڈر برقرار رکھنے کے لئے پولیس کے تھانے اور چوکیاں شہر کے اندر قریب قریب، دیہاتوں اور قریہ میں ہمہ وقت موجود ہیں، یا ان کے افسر گشت کرتے ہوئے فریادیوں کو مل جاتے ہیں۔

دفعہ 156-A ضابطہ فوجداری میں اضافی ترمیم کے ذریعے توہین رسالت کے جرم 295-C تعزیرات پاکستان کی تفتیش کا اختیار صرف پولیس کے اعلیٰ افسر ایس پی کو دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایس پی کو اپنے ہیڈ کوارٹر آفس سے ملک بھر کے شہروں اور دیہاتوں کے تھانوں کے اندر لا کر تو بٹھایا نہیں جا سکتا۔ ایس پی صاحبان تو صدر مملکت، گورنر، قطار اندر قطار وزیروں، مشیروں اور افسرانِ سرکار کے جان و مال کے تحفظ کے لئے شب و روز مصروفِ کار ہوتے ہیں کیونکہ انہی کے دم قدم سے اس ملک کی بقا اور استحکام وابستہ ہے۔ مزید برآں اپوزیشن کے جلسے جلوسوں کی روک تھام بھی ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ ایسے ہمہ مصروف اعلیٰ پولیس افسروں کو توہین رسالت کے ملزموں کے خلاف رپورٹ کی تفتیش اور انکوائری کی مہلت کہاں؟ ان حالات میں توہین رسالت کا مدعی، جس کے دل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور حرمت اس کی جان و مال، ماں باپ اور اولاد سے بڑھ کر ہوتی ہے، ایس پی صاحبان کی تلاش کے سلسلے میں ان کے دفتروں کے چکر لگانے کے لئے صبر ایوب کہاں سے لائے گا؟ لہٰذا معزز عدالت کی حالیہ سفارش کے بعد اب نیا قانون اس طرح ہوگا:

’’اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر توہین رسالت کا غلط الزام لگائے، وہ سپرنٹنڈنٹ پولیس یا اس سے بڑے عہدے کے آفیسر کے روبرو درخواست دے کہ فلاں شخص نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا ہے۔ متعلقہ سپرنٹنڈنٹ پولیس اپنے طور پر اس امر کی تحقیقات کرے گا کہ یہ الزام کہاں تک صحیح ہے۔ اگر وہ تفتیش کے بعد اس الزام کی تصدیق نہ کرے تو مدعی (مقدمہ درج کروانے والے) کے خلاف مقدمہ درج ہوگا جس کی سزا سزائے موت ہوگی۔‘‘

(جاری ہے)

مولانا رشید اشرف سیفیؒ کا سانحہ ارتحال علمی دنیا کا بڑا نقصان ہے: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کراچی (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی، مولانا خواجہ عزیز احمد، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اکرم طوفانی، مفتی خالد محمود، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد، محمد انور رانا اور دیگر مبلغین و کارکنان ختم نبوت نے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع کے نواسے، مفتی محمد تقی عثمانی و مفتی محمد رفیع عثمانی کے بھانجے اور دارالعلوم کراچی کے استاذ الحدیث، مولانا رشید اشرف سیفیؒ کے انتقال پر گہرے دکھ و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مولانا رشید اشرف سیفیؒ علمی حلقوں میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے اور علمی دنیا میں آپ کا بڑا نام تھا، آپ نے ساری زندگی علم حدیث کی خدمت میں گزار دی اور قال اللہ وقال رسول اللہ کہتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ آپ کی رحلت سے ایک بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ رنج و الم کی اس گھڑی میں ہم، مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے خانوادہ سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی کامل مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

مُحَمَّدِیم صلی اللہ علیہ وسلم

عبرانی بائبل کے عہد نامہ قدیم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ایک بشارت

تحقیق وتبصرہ: حضرت مولانا بشیر احمد حسینی، شورکوٹ
مرسلہ: خالد محمود، سابق یوکے لندن

"مُحَمَّدِیم" کون ہے؟

"میرا محبوب سرخ وسفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔"

"اس کا سر خالص سونا ہے۔ اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی کالی ہیں۔"

(غزل الغزلات، باب:۵، آیت:۱۰،۱۱)

رومن کیتھولک کے نزدیک "غزل الغزلات" کا نام "نشید الاناشید" ہے۔ اس کتاب کے آغاز میں مندرجہ ذیل الفاظ اس کتاب کی بابت تحریر کیے گئے ہیں:

"نشید الاناشید" یا غنائے سلیمانی، کا الہامی مصنف صوفیانہ طور پر دلہے اور دلہن کی عشقیہ گفتگو کی تمثیل سے خداوند متعال اور امت اسرائیل کے عقد روحانی کی بحالی کا بیان کرتا ہے اور اسی میں کنایتاً مسیحؑ اور کلیسیا کے عمدہ اتفاق کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ بعض روحانی مصنفین ان باتوں کے علاوہ اس کتاب میں کامل ارواح اور خصوصاً خاتون مبارک مقدسہ مریمؑ کنواری کے ساتھ خدائے مہربان کے ناقابل بیان وصال کا ذکر پاتے ہیں۔"

(بائبل رومن کیتھولک)

الغرض رومن کیتھولک کے نزدیک "غنائے سلیمانی" میں ایک بشارت موجود ہے۔

بشارت کا مصداق:

ہم اہل اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے "غزل الغزلات" میں ایک مقدس و متبرک وجود کے جلوہ آرا اور تشریف فرما ہونے کی بشارت دی ہے اور اس بشارت کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جہاں "غزل الغزلات" کے مذکورہ بالا مقام میں جو علامات وصفات بیان کی گئی ہیں وہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آتی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے سب سے پہلے اس روحانی وجود کو اپنا "محبوب" قرار دیا اور اس کے بعد اس کے حسن وجمال کو بیان فرمایا۔

علاوہ ازیں یہ علامت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ "سرخ وسفید" تھا۔ چنانچہ "شمائل ترمذی" کے اردو ترجمہ "خصائل نبوی" کے صفحہ ۱۲ پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی تحریر فرماتے ہیں:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔"

پس اس سے یہ بات خوب روشن ہوگئی کہ زیر بحث بشارت کی پہلی آیت کے پہلے حصے کے مصداق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

اسی آیت کے دوسرے حصہ کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں: "وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔"

بشارت کے یہ الفاظ فتح مکہ کے مبارک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہوتے ہیں، کیونکہ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار حضرات صحابہؓ تھے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ "فاران والی بشارت" میں صحیح تعداد دس ہزار ہی ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ممتاز نظر آتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے۔

چنانچہ حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ تحریر فرماتے ہیں:

"خدا کا برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت (۲۰ رمضان) شہر میں داخل ہوا۔ اس وقت سر جھکائے قرآن مجید (سورۃ فتح) کی تلاوت فرمارہا تھا اور اونٹ کی سواری پر بیت اللہ کو جارہا تھا۔"

(رحمۃ للعالمین، ج:۱، ص:۱۵۴)

پادری برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری گزری تو ابوسفیانؓ نے کہا۔"

(محمد عربی، ص:۱۷۶)

"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام ذی طویٰ میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو ٹھہرایا اور خدا کی عنایت اور

فتح دیکھ کر اپنا سر خدا کے سامنے جھکایا اور پروردگار کا شکریہ ادا کیا۔"

(محمد عربی، ص:۱۷۶)

چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن اونٹ پر سوار اور دس ہزار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ممتاز نظر آتے اور دکھائی دیتے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیر نظر الفاظ کے مصداق ہیں۔

بشارت کے آخری الفاظ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتے ہیں، کیونکہ:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچیدہ نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگریالہ پن تھا)۔"

(خصائل نبوی ترجمہ شمائل ترمذی، ص:۹)

"حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کیسے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہ بالکل پیچیدہ نہ بالکل کھلے ہوئے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگریالہ پن لئے ہوئے تھے، جو کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے۔"

(خصائل نبوی ترجمہ شمائل ترمذی، ص:۳۴)

"ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال تقریباً بیس تھے۔" (کتاب مذکورہ، ص:۳۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کالے اور گھنگریالہ پن اختیار کئے ہوئے تھے اور یہی علامت زیر بحث بشارت میں موجود ہے۔ پس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس بشارت کے مصداق ہیں۔ اسی باب کی سولہویں آیت یوں ہے:

"اُس کا منہ ازبس شیریں ہے، ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔
اے یروشلیم کی بیٹیو! یہ ہے میرا محبوب، یہ ہے میرا پیارا۔"

ہم اہل اسلام غزل الغزلات کے مندرجہ بالا مقام کو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بشارت تسلیم کرتے ہیں۔ مگر پادری فانڈر صاحب اس بات کے منکر ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"بعض مسلمان غزل الغزلات سلیمان کے پانچویں باب کی سولہویں آیت کو محض اس بنا پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرتے ہیں کہ عبرانی لفظ "مُحَمَّدِیْم" بمعنی راحبا جو کہ لفظ محمد کی طرح حمد سے مشتق ہے، اس میں پایا جاتا ہے، لیکن عبرانی زبان میں یہ لفظ اسم معرفہ نہیں بلکہ نکرہ ہے، جیسا کہ اس آیت میں صیغہ جمع کے استعمال سے ظاہر ہے۔"

(میزان الحق، حصہ سوم، باب:۳)

قارئین کرام! ہم نے ابھی ابھی اسی باب کی دسویں اور گیارہویں آیات کی بابت کلام کرکے انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت ثابت کیا ہے، مگر پادری صاحب کا ان دونوں آیات کی بابت کچھ لکھنا تو درکنار بلکہ آپ نے ان آیات کو نقل تک نہیں کیا اور انہیں یوں نظر انداز اور ترک کردیا جیسے یہ دونوں آیات اس بشارت میں موجود ہی نہیں، حالانکہ ان دونوں آیات کا تعلق سولہویں آیت سے ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تینوں آیات (۱۰،۱۱،۱۶) ایک ہی مقدس وجود کے حق میں بطور بشارت بیان کی گئی ہیں۔

بہرحال پادری فانڈر صاحب کے مذکورہ بالا الفاظ سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ موصوف پانچ باتوں کے معترف ہیں۔

پانچ باتیں:

اول: یہ کہ یہ مقام بشارت نہیں جیسا کہ موصوف کے خط کشیدہ الفاظ سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ پادری صاحب کا خط کشیدہ الفاظ کی وجہ سے بشارت کا انکار کرنا محض ضد ہے، کیونکہ زیر نظر بشارت کے لفظ "مُحَمَّدِیْم" سے پہلے مندرجہ ذیل الفاظ یہ ہیں:

"اس کا منہ ازبس شیریں ہے۔"

اسی مفہوم کے الفاظ چھٹی بشارت میں بھی گزر چکے اور وہ یہ ہیں:

"تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔" (زبور، باب:۴۵، آیت:۲)

یہ دونوں مقام ایک ہی مفہوم کے حامل اور ایک ہی مطلب کو ظاہر کرتے ہیں الغرض یہ دونوں مقام مفہوم کے اعتبار سے بالکل مترادف ہیں اور ان الفاظ (زبور، باب:۴۵، آیت:۲) کو پادری صاحب نے بشارت تسلیم کیا ہے جیسا کہ چھٹی بشارت میں گزرا، جب ان دونوں مقامات کے الفاظ کے مفہوم بالکل مترادف ہیں تو ان سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح (زبور، باب:۴۵، آیت:۲) کے الفاظ بطور بشارت اور خاص مقدس وجود کے حق میں استعمال کئے گئے ہیں اور پادری صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں، بالکل اسی طرح "غزل الغزلات" کے زیر قلم الفاظ بھی بطور بشارت ایک خاص متبرک وجود

کے حق میں بولے گئے ہیں، لہٰذا اس مقام کو بشارت تسلیم نہ کرنا علم وعقل کو زیب نہیں دیتا۔

بشارت کے خط کشیدہ الفاظ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس بشارت کے مصداق میں دو باتیں ضرور ہوں گی:

الف:... وہ جسمانی طور پر نسل آدم علیہ السلام سے تعلق رکھتا ہوگا۔

ب:... وہ روحانی طور پر رتبہ اعظم کا حامل ہوگا۔

الحاصل زیر بحث مقام ایک متبرک وجود کی تشریف آوری کی بشارت دیتا ہے۔

دوم: یہ کہ اصل عبرانی لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' ہی ہے۔

سوم: یہ کہ اصل عبرانی لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' لفظ ''حمد'' سے مشتق ہے۔ ہم بھی ان دونوں باتوں کو صحیح مانتے ہیں۔

چہارم: یہ کہ عبرانی میں لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' بمعنے ''راحتہا'' جمع استعمال کیا گیا ہے۔

موصوف نے عبرانی لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' کو جو بمعنے ''راحتہا'' یعنی ''جمع'' ظاہر کیا ہے۔ بائبل کے اردو نسخہ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں اس لفظ کا یہ معنی کیا گیا ہے:

''عشق انگیز ہے۔''

اس ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب کا ترجمہ بالکل غلط ہے کیونکہ اردو بائبل کے نسخہ میں نہ ''راحتہا'' کا ذکر اور نہ ''جمع'' کا اظہار ہے، گو ہمارے نزدیک یہ ترجمہ بھی غلط ہے، مگر اس سے یہ بات تو صاف صاف ظاہر ہوتی ہے کہ عبرانی لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' جمع اور اس کا ترجمہ ''واحد'' کیا گیا ہے۔ (جاری ہے)

قادیانی نوجوان کا قبولِ اسلام

سلطان احمد ولد ظفر احمد نوجوان نے ۲۴ ردسمبر بروز اتوار کو مولانا محمد قاسم رحمانی مبلغ ختم نبوت بہاولنگر کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا۔ سلطان احمد بہاولنگر کا رہائشی ہے، دادا اور والد قادیانی ہیں۔ سلطان احمد مبلغ ختم نبوت مولانا محمد قاسم رحمانی کے پاس دفتر بہاولنگر آیا اور کہا کہ میں ختم نبوت کے عنوان پر بیانات سنتا رہتا تھا، میرا ایک بھائی قادیانیوں کا مربی ہے، اس سے بھی قادیانیت کے بارے میں سنتا رہتا تھا۔ علماء کرام سے عقیدۂ ختم نبوت قرآن، حدیث کی روشنی میں سننے کے بعد دل میں خیال پیدا ہوا کہ قادیانی اپنے آپ کو سچا کہتے ہیں اور مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں اور مسلمان قرآن وحدیث کی روشنی میں قادیانیوں کو کافر ثابت کرتے ہیں۔ یہ خیال روز بروز بڑھتا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کرم کیا کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میرا دادا اپنی قبر میں اس حالت میں ہے کہ اس کا جسم گل سڑ چکا ہے، صرف چہرہ نظر آتا ہے، میں نے پوچھا: دادا جی یہ کیا؟ دادا جی نے جواب دیا: ''مجھے نہ دیکھو اور مجھ سے نہ پوچھو، حضور مرزا قادیانی کو دیکھو۔'' میں نے دیکھا تو مرزا قادیانی مجھے خنزیر کی شکل میں نظر آیا، سارا جسم گل سڑ چکا ہے اور منہ سے خون اور پیپ جاری ہے میں نے پوچھا: حضور! یہ کیا؟ تو مرزا قادیانی نے جواب دیا کہ حضور میں نہیں، حضور وہ ہیں ادھر دیکھیں۔ میں نے دیکھا تو ایک نورانی چہرہ والی شخصیت جن کی داڑھی میں سامنے کے بال سفید تھے، میں نے پوچھا: حضور! آپ کون ہیں؟ تو جواب ملا کہ میرا پتہ قیامت کے دن چلے گا کہ میں کون ہوں؟ میری آنکھ کھل گئی میرا دادا اور والد چناب نگر (سابقہ ربوہ) قبرستان میں دفن ہیں، آنکھ کھلتے ہی میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ میرے سامنے حقیقت کھل گئی تھی صبح ہی میں نے یہ خواب بھائی اور دوسرے خاندان والوں کو سنایا تو انہوں نے کہا تو پاگل ہوگیا ہے، مجھے خوب مارا، گھر سے نکال دیا، سب کچھ چھین لیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ جن کے بیانات سنتے تھے ان کے پاس جاکر مزید معلومات لوں گا تو میں دفتر ختم نبوت پوچھ کر حاضر ہوا ہوں، مبلغ ختم نبوت نے عقیدۂ ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھایا۔ سلطان احمد نے کہا کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں تو گواہوں کی موجودگی میں دفتر ختم نبوت میں سلطان احمد نے مولانا محمد قاسم رحمانی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، مرزا غلام احمد قادیانی پر لعنت بھیجی کہ وہ دجال کذاب دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مرزائیت کفر ہے، اسلام سچا مذہب ہے، اب میں بقیہ زندگی عقیدۂ ختم نبوت کے مطابق گزاروں گا۔ اس خوشی میں مٹھائی تقسیم کی گئی، مولانا محمد قاسم رحمانی نے استقامت علی الدین الاسلام کی دعا کرائی۔ گواہان میں حاجی نذیر احمد، مدثر نذیر، شہباز احمد، شکیل احمد، حاجی محمد یعقوب، احسان احمد اور دوسرے دوست موجود تھے۔ قارئین ختم نبوت سے نومسلم نوجوان کے لئے استقامت کی دعا کریں۔

تھالی کا بینگن

قصہ ایک جھوٹے مدعی نبوت کا

الحاج اشتیاق احمد مرحوم

قسط:۴

پیش گوئیاں:

مرزا نے جب دیکھ لیا کہ اس کے آس پاس موجود لوگوں نے تو کوئی خاص ردِعمل اور کوئی شور نہیں مچایا تو اس نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اب ضرورت تھی لوگوں کو یقین دلانے کی کہ وہ واقعی نبی ہے، تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی نبوت کے اظہار کے لئے معجزات دکھائے، پیش گوئیاں کیں، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بن گیا اور فرعون کے جادوگروں کے تمام سانپوں کو کھا گیا، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی کے پرندے بنائے اور ان پر پھونک ماری تو وہ اڑنے لگے، یا مردوں کو زندہ کر دکھایا، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ کھانے میں اتنی برکات ہوئیں کہ چند آدمیوں کا کھانا پورے لشکر کے لئے کافی ہو گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک پیش آنے والے واقعات کے بارے میں ۱۴۰۰ سال پہلے ہی بتا دیا، پیش گوئیاں کر دیں، اور یہ بھی امت پر واضح کر دیا کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ میرے بعد تیس جھوٹے ہوں گے ان میں سے ہر ایک خود کو نبی کہے گا، حالانکہ میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو اس طرح مرزا نے سوچا کہ اب مجھے بھی معجزات دکھانے چاہئیں پیش گوئیاں کرنی چاہئیں، تبھی لوگ میرے دعوے کو سچا جانیں گے، تبھی لوگ مجھے چندہ دیں گے، تبھی نبوت کی جھوٹی دکان چمکے گی۔ چنانچہ اس سلسلے میں اس نے سب سے پہلے ایک زبردست قسم کی پیش گوئی کرنے کا فیصلہ کیا، اس نے اعلان کیا:

”مجھے الہام ہوا ہے، اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، میں تیرے ساتھ ہوں، ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا، خوبصورت لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے، اس کا نام بشیر ہے.... مبارک ہے وہ جو آسمان سے آتا ہے، اس کے ساتھ فضل ہے، وہ بہتوں کو بیماری سے پاک کرے گا۔ علومِ ظاہری اور باطنی سے پُر ہوگا، وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا، اسیروں کی دستگیری کرے گا، قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔“

مرزا نے یہ اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں شائع کیا۔ یہ اشتہار اس کی کتاب تبلیغ رسالت میں آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اس اشتہار میں بڑے زور و شور سے بلند بانگ دعوؤں سے لڑکا پیدا ہونے کی پیش گوئی موجود ہے، اس پیش گوئی کو مرزا نے اپنی نبوت کی دلیل قرار دیا، لیکن ہوا کیا، مرزا کے ہاں لڑکے کے بجائے لڑکی پیدا ہو گئی، خوب مذاق اڑا، قہقہے لگائے گئے، اعتراضات کئے گئے، طنزاً لوگوں نے اس کے منہ پر جا کر کہا:

”مرزا صاحب! آپ کی پیش گوئی تو لڑکے کی تھی، پیدا ہوئی لڑکی، بھلا یہ کیا بات ہوئی؟ آپ کی پیش گوئی تو ہوا میں اڑ گئی۔“

مرزا تھا چکنا گھڑا، اس پر طنز کے تیر کیا اثر کرتے، پہلے سے جواب سوچ رکھا تھا مرزا نے لوگوں کو یہ جواب دیا:

”اس اشتہار میں، میں نے یہ کب لکھا تھا کہ وہ لڑکا اسی حمل سے ہوگا۔“

اس کے تیرہ سال بعد کہیں جا کر مرزا کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کی پیدائش کے موقع پر مرزا نے پھر ایک زبردست دعویٰ کیا، دعویٰ یہ تھا:

”میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے.... اس کے بارے میں پیش گوئی ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی، (یعنی تیرہ سال پہلے پیش گوئی کی گئی تھی اس وقت یہ کہا گیا تھا: ”ایک خوبصورت لڑکا تمہارے ہاں مہمان آتا ہے وغیرہ۔“ جب لڑکا نہ ہوا، لڑکی ہو گئی تو کہا: ”میں نے یہ کب لکھا تھا کہ لڑکا اسی حمل سے ہوگا۔“ اب تیرہ سال بعد اس پیش گوئی کا ذکر فخریہ انداز میں کیا جا رہا ہے کہ جس لڑکے کی میں نے پیشگوئی کی تھی، جس کے بارے میں لکھا تھا کہ مہمان آتا ہے،۰۰

تیرہ سال بعد پیدا ہوا) سو اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق کے لئے (یعنی سچا نبی ثابت کرنے کے لئے اس چوتھے لڑکے کی پیش گوئی کو ۱۴؍جون ۱۸۸۹ء میں پورا کر دیا ہے)۔"

آپ نے الفاظ پڑھے، مطلب یہ کہ میں سچا ثابت ہو گیا ہوں اور میرے مخالف جھوٹے ثابت ہو گئے ہیں، وہ لڑکا پیدا ہو گیا ہے، اس کے ساتھ فضل ہے، وہ بہتوں کو بیماریوں سے پاک کرے گا، علوم سے پُر ہو گا، قومیں اس سے برکت پائیں گی جیسے الفاظ استعمال کئے گئے تھے۔

ملاحظہ فرمائیں ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء کو پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں مرزا نے واضح طور پر کہا کہ یہ وہی بچہ ہے، جس کی پیش گوئی ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی۔

اب مزے کی بات سنیں، یہ مبارک احمد صرف نو سال کی عمر میں مر گیا، وہ نہ تو بہتوں کو بیماریوں سے پاک کر سکا، نہ اپنے علوم سے لوگوں کو فیض پہنچا سکا، نہ قومیں اس سے برکت پا سکیں۔ اللہ کے فضل سے اس لڑکے نے پیدا ہو کر اور نو سال کی عمر میں مر کر یہ بات ضرور ثابت کر دی کہ "میرا باپ اول نمبر کا جھوٹا ہے" وہ مرزا کے جھوٹ پر مر گیا، مرزا اپنا سا منہ لے کر رہ گیا، اس بارے میں کہنے کے لئے اب کچھ بھی نہیں بچا تھا، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ فوراً اس جھوٹے دعوے سے تائب ہو جاتا، لیکن اس کے مقدر میں ہدایت نہیں تھی، وہ اپنے جھوٹ پر اڑا رہا اور اپنے لئے جہنم کا گڑھا تیار کرا لیا۔

اس کے بعد مرزا نے ایک اور دلچسپ پیش گوئی کی، دراصل ان پیش گوئیوں سے وہ اپنی نبوت کی جھوٹی دھاک لوگوں پر بٹھانا چاہتا تھا۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معجزات دکھانے اور پیش گوئیاں کرنے کا کوئی شوق نہیں ہوتا، یہ کام تو موقع اور محل کے اعتبار سے خود سرزد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی معجزات انہیں عطا کرتا ہے اور جو خبریں اللہ تعالیٰ انہیں عطا کرتا ہے وہ لوگوں کو سناتے ہیں۔ ظاہر ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ شک کیوں ہونے لگا کہ کہیں پیش گوئی غلط ثابت نہ ہو، لیکن مرزا چونکہ جھوٹا بھی تھا، اس لئے اسے ہر لمحے یہ فکر کھائے جاتا تھا کہ کہیں اس کی کوئی پیش گوئی غلط ثابت نہ ہو جائے، اس لئے وہ گول مول پیش گوئیاں کرتا تھا، کوئی پہلو بچا رکھتا تھا کہ بعد میں کہہ سکے، میں نے یہ تھوڑا ہی کہا تھا یا میرے کہنے کا مطلب تو یہ تھا کہ جیسا کہ ابھی آپ پڑھیں گے، اس کی یہ پیش گوئی اس کی اپنی عمر کے بارے میں ہے، اپنی ایک کتاب میں اس نے لکھا:

"خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ میری پیش گوئی سے صرف اس زمانے کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض پیش گوئیاں ایسی بھی ہوں کہ آئندہ زمانے کے لوگوں کے لئے بھی ایک عظیم الشان نشان ہوں جیسا کہ یہ پیش گوئی کہ میں اسی برس یا چند سال زیادہ یا اس سے چند سال کم عمر جیوں گا۔"

یوں یہ پیش گوئی کسی لطیفے سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر ایک کی عمر مقرر ہے تو اس میں چند سال کم یا زیادہ کہاں سے آ گئے، لیکن مرزا کو خوف تھا، اگر صرف اسی سال لکھے اور موت اس کے مطابق نہ ہوئی تو وہ بالکل جھوٹ ثابت ہو جائے گا، اس لئے اس نے چند سال زیادہ یا کم کا دُم چھلا لگایا تاکہ بعد میں اس کے ماننے والے اعتراضات کا جواب دے سکیں، لیکن ایسا بھی نہ ہو سکا، اس لئے کہ مرزا ۶۸ سال کی عمر میں مر گیا۔

(جاری ہے)

تحفظ ناموس رسالت سیمینار

ٹوبہ ٹیک سنگھ (مولانا محمد خبیب) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹوبہ ٹیک سنگھ کے زیر اہتمام ۴ مقامات پر تحفظ ناموس رسالت سیمینار منعقد ہوئے۔ ۸؍جنوری بروز منگل بعد نماز مغرب چک نمبر ۳۱۵ ج ب کالا پہاڑ گوجرہ میں ڈاکٹر عبدالحق باجوہ کی صدارت میں پہلا سیمینار منعقد ہوا جبکہ مولانا مصدق عباس، قاری محمد سفیان نے خوب محنت کی۔ ۹؍جنوری بروز بدھ بعد نماز فجر جامع مسجد ماڈل مڈل اسکول میں مولانا غلام مرتضیٰ نفیسی کی صدارت میں اسی طرح بعد نماز ظہر جامعہ شریفیہ تعلیم القرآن سرفراز موڑ کمالیہ میں پیر محمد رضوان نفیس صاحب لاہور کی صدارت اور پیر جی عتیق الرحمٰن صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کمالیہ کی زیر نگرانی پروگرام رکھا گیا۔ جس میں قاری محمد عدیل ارشد نے بھرپور کردار ادا کیا، بعد نماز مغرب العصر تعلیمی مرکز پیر محل میں پیر محمد رضوان نفیس صاحب اور مفتی محمد شیراز صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پیر محل کی سرپرستی اور اساتذہ کرام کے تعاون سے سیمینار منعقد ہوا۔ الحمدللہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا قاضی احسان احمد، (راقم) مولانا محمد خبیب مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹوبہ کے ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت پر مفصل و مدلل خطاب ہوئے۔ علماء کرام نے کہا کہ ناموس رسالت کے دفاع اور پاکستان سے وفا کی خاطر تن من دھن سب کچھ قربان کر دیں گے۔ ختم نبوت پر پوری امت مسلمہ کا موقف واضح ہے۔ آخر میں لٹریچر تقسیم کیا گیا قادیانی مصنوعات کے بائیکاٹ کا وعدہ بھی لیا گیا۔ پروگراموں کی اختتامی دعا سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ لاہور کے خادم خاص و خلیفہ مجاز پیر رضوان نفیس صاحب نے کرائی۔ الحمدللہ! تمام پروگرام کامیاب ہوئے۔ اللہ پاک تمام شرکائے کرام کو بھی دارین میں سعادتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی اسفار

گوکلیکی میں ختم نبوت کانفرنس: گوکلیکی گجرات شہر سے جنوب کی طرف معروف قصبہ ہے۔ جہاں کا وہ معروف قادیانی اکمل گوکلیکی تھا، جس نے مرزا قادیانی کی تعریف وتوصیف میں رباعی تحریر کی، جس میں نعوذ باللہ اسے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کہا۔

مرزا قادیانی کی رباعی سُن کر باچھیں کھل گئیں۔ گوکلیکی میں قادیانیت ایک مولوی امام دین کی وجہ سے پھیلی اور اس نے اندرون خانہ قادیانیت کو پھلنے پھولنے میں کردار ادا کیا۔ راجوری مقبوضہ کشمیر سے مہاجر ہوکر حافظ غلام نبی ۱۹۶۴ء میں گوکلیکی تشریف لائے۔ موصوف نے علاقہ میں بہت محنت کی، قادیانیت اسّی گھرانوں سے سکڑ کر چند گھر رہ گئی ہے۔ گوکلیکی ایک عرصہ سے تک متشدد رہا ہے۔ تشدد کی وجہ سے قادیانیوں نے ہمارے دو مسلمانوں کو قتل کر کے شہید کر دیا۔ وہاں ایک مشتاق نامی قادیانی بہت بڑا بدمعاش تھا، اس کے شرور وفتن سے دو مسلمان شہید ہوئے وہ گرفتار ہوا اور جیل میں ’’خس کم جہاں پاک‘‘ ہوا۔ اسی دوران پھر دو تین قادیانی نامعلوم افراد کے ہاتھوں قتل ہوگئے۔ قادیانیوں نے اس کیس میں دس مسلمانوں کے نام ایف آئی آر کٹوائی، پانچ بے قصور ہونے کی وجہ سے رہا ہوگئے، پانچ میں سے تین کو سزا ہوئی۔ الحمدللہ! اب وہ بھی عمر قید پوری کر کے رہا ہوچکے ہیں۔ امام دین جس مسجد کا امام تھا، وہ مسلمانوں کی مسجد تھی جو سیل ہوگئی۔ اٹھارہ سال کیس چلتا رہا بالآخر مسلمانوں کے حق میں فیصلہ ہوا۔ الحمدللہ! اب وہاں اذان واقامت کے ساتھ نماز باجماعت ہوتی ہے۔

حافظ غلام نبی پورے علاقہ کے استاذ ہیں، ۸۰ سال سے زائد عمر ہوگئی۔ ان کی دعوت و اجازت سے ۷؍ دسمبر بعد نماز عشاء مرکزی جامع مسجد میں ختم نبوت کانفرنس ہوئی، تلاوت ونعت کے بعد ختم نبوت کے مبلغین مولانا محمد قاسم سیوطی اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی (راقم) کے بیانات ہوئے۔ رات کا آرام وقیام تبلیغی مرکز کی مسجد سے ملحقہ مدرسہ جامعہ عربیہ میں رہا۔ مکی مسجد سے مغرب کی طرف مدرسہ قائم ہے، جس کا نظم تبلیغی مرکز کی شوریٰ چلاتی ہے۔ صدر المدرسین مولانا محمد یوسف مدظلہ ہیں، جو چھوکر خورد کے عظیم دینی ادارہ کے بانی حافظ منظور احمدؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ مولانا محمد یوسف مدظلہ باصلاحیت عالم دین اور داعی الی اللہ ہیں۔ تبلیغی مرکز سے متصل بنین وبنات کے مدرسہ کی نگرانی فرماتے ہیں، ان کے حکم پر محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ۸؍ دسمبر صبح ۹ بجے سے پونے دس بجے تک بنات میں اور گیارہ سے پونے بارہ بجے بنین میں لیکچر دیئے۔ بنین وبنات کو عقیدۂ ختم نبوت کے سلسلہ میں ان کی ذمہ داری سے متعلق انہیں آگاہ کیا اور عام فہم سبق پڑھائے۔

مولانا مفتی جمیل الرحمن سروس انڈسٹریز کی جامع مسجد کے خطیب ہیں۔ چند روز قبل ان کے دل کا بائی پاس ہوا تو ان کی عیادت کی اور ان سے دعائیں لے کر پنجن کسانہ کے مدرسہ کے سابق ناظم مولانا شبیر احمد جو جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کے فاضل ہیں، آج کل ایک ہائی اسکول میں ٹیچر اور ایک اخبار میں کام کرتے ہیں کے عصرانہ میں شرکت کی۔

سرائے عالمگیر میں ناموس رسالت کانفرنس: سرائے عالمگیر مشہور مغل حکمران اورنگزیب عالمگیرؒ کے قیام کرنے کی وجہ سے ’’سرائے عالمگیر‘‘ مشہور ہے۔ نمرہ مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد ۸؍ دسمبر کو تحفظ ناموس رسالت کے عنوان سے پروگرام منعقد ہوا، جس کا اہتمام و انصرام مولانا امام دین، مولانا صورت خان، مولانا گل محمد اور قاری محمد طارق نے کیا اور رات کا آرام وقیام کا اہتمام وانصرام بھی جامعہ حنفیہ تعلیم القرآن میں رہا۔ مولانا گل محمد مدظلہ باہمت عالم دین ہیں، جو سرائے عالمگیر میں بنین وبنات کے ادارے چلا رہے ہیں۔ جہاں سینکڑوں بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں۔

دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے۔ انہیں ہم خیال اساتذہ کرام اور رفقاء کی ٹیم دستیاب ہے جامعہ حنفیہ تعلیم القرآن ترقی کی طرف گامزن ہے۔ اللہ پاک اس ادارہ کو دن دُگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائیں۔ تین روزہ ۶ تا ۸ دسمبر مولانا محمد قاسم سیوطی سلمہ کے اہتمام و انصرام سے تبلیغی پروگرام ہوئے۔ جامعہ کی بنیاد فاضل دیوبند مولانا عبداللطیف بالاکوٹی نے ۱۹۶۲ء میں رکھی۔ اور اس خوبصورت مسجد میں مولانا جمیل الرحمٰن بالاکوٹی یہاں پندرہ سال خطیب رہے۔ بنین کے مدرسہ میں ۲۲ اساتذہ کرام ہیں سینکڑوں طلبا تعلیم حاصل کررہے ہیں، جبکہ بنات میں اساتذہ مدرسہ کے علاوہ تین معلمات بھی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

مبلغ آزاد کشمیر کے زیر انتظام تبلیغی دورہ

آزاد کشمیر (مولانا مفتی خالد میر) خالد میر کی دعوت پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی تین روزہ تبلیغی دورہ پر ۹ردسمبر کو تشریف لائے۔ آپ کے دورہ کا آغاز جمعیت علماء اسلام کے ممتاز اور قدیمی ضلع جہلم کے راہنما جناب میاں محمد رفیق کی ملاقات سے ہوا۔ میاں صاحب نے جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں اور راہنماؤں کے حیرت انگیز حالات و واقعات سنائے جس سے طبیعت عش عش کر اٹھی۔ میاں محمد رفیق نے الکوثر ہوٹل جی ٹی روڈ دینہ میں ایک کمرہ احباب و رفقاء سے ملاقات کے لئے ریزرو رکھا ہوا ہے اور میاں صاحب کی خواہش ہوتی ہے کہ اہل حق کی جماعتوں میں سے کوئی عالم دین ان سے ملے بغیر نہ جائے، وہ اپنے ملنے والوں کی دریائے دل سے تواضع فرماتے ہیں۔ ان سے یہ ملاقات عصر سے مغرب تک رہی۔

جامعہ الحسینیہ نکودروینہ: ضلع جہلم میں رات کا قیام و آرام رہا، جامعہ حسینیہ کے مہتمم و بانی ہماری مرکزی شوریٰ کے رکن، دارالقرآن فیصل آباد کے بانی حضرت قاری محمد یٰسین دامت برکاتہم کے مایہ ناز شاگردوں میں سے ہیں، آپ نے اپنے استاذ محترم کے حکم سے ۱۹۹۴ء میں جامعہ حسینیہ کی بنیاد ڈالی۔ ابتدا میں صرف حفظ و ناظرہ کی درسگاہ تھی۔ اب حفظ و ناظرہ کی معیاری درسگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ درجۂ کتب کے ابتدائی درجات کی تعلیم بھی ہورہی ہے۔ درجۂ قرآن پاک حفظ و ناظرہ تجوید و قرأت کے شعبہ میں کئی ایک اساتذہ کرام کام کررہے ہیں اور درجۂ کتب کے اساتذہ کرام کی تعداد کل تین ہے۔ تمام درجات میں پڑھنے والے طلبا کی تعداد پانچ سو ہے۔ بنات میں حفظ اور درسِ نظامی احسن طریقہ سے خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ معیاری نظم کے ساتھ ساتھ صفائی ستھرائی کا بھی اعلیٰ انتظام ہے۔ بانی جامعہ قاری خالق داد مدظلہ حسن صورت، حسن سیرت، حسن صوت، حسن انتظام کی صلاحیتوں سے مالا مال ہیں۔ اللہ پاک ان کے قائم کردہ ادارہ کو دن دُگنی رات چوگنی کامیابیوں سے سرفراز فرمائیں۔

میرپور آزاد کشمیر میں: ۱۱ردسمبر کو جمعیت علماء اسلام کے دفتر میں عمائدین شہر کا اجلاس حافظ اعجاز احمد مرکزی نائب امیر جمعیت علماء اسلام آزاد کشمیر کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں قاری اخلاق احمد جذبی، مولانا ضیاء اللہ عابد، مولانا برکت حسین عثمانی، مفتی خالد میر، پروفیسر عبدالغفور، جناب مختار احمد ایڈووکیٹ، قاری عمیر احمد و دیگر نے شرکت کی۔ مہمان خصوصی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی تھے۔ عمائدین شہر نے شہر اور آزاد کشمیر میں قادیانیوں کی سرگرمیوں اور ان کے توڑ سے متعلق غور و خوض کیا۔ طے کیا گیا کہ مجلس کا اجلاس ہر ماہ ہو، نیز معززین نے کہا کہ جو عہدے خالی ہیں، انہیں پُر کیا جائے۔ شہر میں چند نوجوان کالعدم جماعتوں کے آلۂ کار بن کر پروگرام رکھتے ہیں اور کالعدم تنظیموں کو پنپنے کا موقع دیتے ہیں۔ مولانا شجاع آبادی نے کہا کہ نئے سال سے ممبر سازی شروع ہورہی ہے۔ ممبر سازی کے بعد عہدیداروں کی تکمیل کی جائے، فی الحال موجودہ کابینہ پر اکتفا کیا جائے۔ مولانا شجاع آبادی نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مجلس کی کوئی ذیلی

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

تنظیم نہیں جو نوجوان مختلف ناموں سے کام کر رہے ہیں وہ خود مختار ہیں، ان کا مجلس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔مجلس کا ایک اپنا تبلیغی نیٹ ورک ہے، دستور ہے، مبلغین ہیں، لٹریچر ہے، مجلس ایک ذمہ دار تبلیغی ادارہ ہے، جس کا کالعدم تنظیموں کی سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں۔مولانا شجاع آبادی نے علماء کرام سے درخواست کی کہ آپ لوگ اپنے اندر تحریک پیدا کریں، کوئی مسئلہ درپیش ہو تو مرکز سے رابطہ کریں۔آپ نے مبلغ مفتی خالد میر کو ہدایت کی کہ جب بھی تشریف لائیں، مقامی امیر اور سیکریٹری کو پہلے اطلاع کریں تاکہ آپ کا تبلیغی نظم سیٹ کیا جاسکے۔

جامع مسجد خلفاء راشدین میں تبلیغ

پروگرام: ۱۱ردسمبر کو عشاء کی نماز کے بعد جامع مسجد خلفاء راشدین میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ناموس رسالت کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت مقامی امیر مولانا مبشر احمد نے کی۔ اجتماع سے تلاوت ونعت کے بعد مفتی خالد میر، مفتی فضل الرحمن اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔مولانا شجاع آبادی نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے حالیہ تحریک پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے ملک بھر میں سینکڑوں سے متجاوز تبلیغی پروگرام منعقد کئے، جبکہ چار پروگرام ”ملین مارچ“ کے عنوان سے کراچی، لاہور، سکھر اور مظفر گڑھ میں منعقد کئے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک حکمران اپنے متنازعہ بیانات سے رجوع نہیں کرلیتے۔ایک قرارداد میں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے قاتلوں کی گرفتاری اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا گیا۔جامع مسجد خلفائے راشدین جناب حافظ عبدالحفیظ نے حاجی محمد سلیم مرحوم نفیس بیکری کے تعاون سے بنائی۔ حاجی محمد سلیم میرپور کے مخیّر حضرات میں سے تھے ڈیڑھ سال پہلے وفات پائی۔جبکہ بانی مسجد حافظ عبدالحفیظؒ ۲۰۰۲ء میں فوت ہوئے، اب ان کے فرزندان گرامی جناب محمد سعید، بھائی محمد نعمان نظم چلارہے ہیں۔ ہمارا رات کا آرام وقیام مولانا مفتی عبدالودود کے گھر رہا۔مسجد کی امامت کے فرائض قاری محمد اسرار سرانجام دے رہے ہیں۔☆☆

سیّد عبدالباسط ندیم کی رحلت ...... مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

خطیب العصر حضرت مولانا سیّد عبدالمجید ندیم نوراللہ مرقدہ کے فرزند اکبر سیّد عبدالباسط ندیم رحلت فرماگئے۔مرحوم کی عمر تقریباً ۵۴ سال تھی۔خود دینی علوم حاصل نہ کرسکے، لیکن اپنی اولاد کو دین کی تعلیم دلائی اللہ پاک نے دو بیٹے دیئے، جہاں بیٹوں کو تعلیم دلائی اہل وعیال کو وہاں منتقل کرلیا۔دونوں بیٹوں کو جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں حفظ کے لئے داخلہ دلایا تو اپنی بمعہ اہل وعیال رہائش کراچی میں رکھ لی، جب بچوں اور بچیوں کو خیرالمدارس ملتان داخلہ دلایا تو اہل وعیال سمیت رہائش ملتان منتقل کرلی۔فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اپنی اولاد کو دنیاوی تعلیم اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں دلاتے ہیں۔کراچی کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سرفہرست ہے، تو بچوں کو حفظ جامعہ سے کرایا۔علوم اسلامیہ کی تعلیم جامعہ خیرالمدارس ملتان سے دلائی۔دو بیٹیاں عالمہ ہیں، تیسری بیٹی درجہ اولیٰ کی طالبہ ہے۔ملتان شہر میں مکان خریدا کہ وہاں سے خیرالمدارس قریب ہے۔آٹو اسپیئر پارٹس کا کاروبار کرتے تھے، ترنول راولپنڈی میں دکان تھی ترنول اسٹیشن سے سوار ہوتے ملتان اسٹیشن کے قریب مکان تھا، اسٹیشن سے سیدھے گھر آجاتے۔ بڑے بیٹے سلطان حبیب حافظ وقاری ہیں۔دوسرے بیٹے خیرالمدارس ملتان کے فاضل ہیں، گزشتہ سال خیرالمدارس سے علوم کی تکمیل کی۔ختم بخاری کے موقع پر ڈیڑھ سو طلبا کرام میں سے ایک ایک کو گلے لگ کر ملے، یہ ان کے علماء وطلبا کرام سے محبت کی دلیل ہے۔دوسرے بیٹے مولانا زین العابدین ندیم کو حکم دے رکھا تھا کہ وقتاً فوقتاً عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر واقع حضوری باغ روڈ پر نمونہ اسلاف مولانا عزیزالرحمن جالندھری مدظلہ کو ضرور ملا کریں۔ایک تو عالم باعمل ہیں دوسرا یادگار اسلاف ہیں۔تیسرا آپ کے جدامجد حضرت مولانا سیّد عبدالمجید ندیم رحمہ اللہ کے دوستوں اور جماعتی بزرگوں میں سے ہیں۔چنانچہ برخوردار حضرت جالندھری مدظلہ کی خدمت میں حاضری دیتے اور حضرت سے دعائیں لیتے۔تقریباً ایک سال سے سرطان جیسے مرض کا شکار ہوگئے۔جس کی وجہ سے خورد ونوش کا سلسلہ بند ہوگیا، سوکھ کر لکڑی بن گئے۔ ۲۱ردسمبر ۲۰۱۸ء کو جمعۃ المبارک کے دن ہفتہ کی رات کو انتقال فرمایا۔اگلے دن ظہر کی نماز کے بعد ابدالی مسجد تبلیغی مسجد ملتان میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔خاندان کے حضرات کی مشاورت سے ان کے بڑے بیٹے قاری حافظ حبیب سلطان کی اقتدا میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں سینکڑوں سے متجاوز حضرات نے شرکت کی اور انہیں ان کے بھائی طاہر ندیم شہیدؒ کے پہلو میں تدفین کی جگہ نصیب ہوئی۔ وصیت یہ تھی کہ اگر راولپنڈی میں انتقال ہو تو والد محترم کے پہلو میں دفن کیا جائے اور اگر ملتان انتقال ہو تو بھائی کے ساتھ دفن کیا جائے اور جنازہ میں زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق انہیں بھائی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔حضرت مولانا عزیزالرحمن جالندھری دامت برکاتہم کی قیادت میں راقم الحروف، مولانا اسعد نے ان کے فرزندان سے تعزیت کا اظہار کیا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔

تبصرۂ کتب

نوٹ: تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائے جائیں۔ (ادارہ)

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

''اہل بیت''

جناب قائد العروسی، مترجم: مولانا سعید الرحمن علویؒ، اہتمام: میاں غلام مرتضیٰ کھٹانہ، صفحات: ۱۹۰، قیمت: ۳۰۰ روپے، ناشر: مکتبۂ جمال، تیسری منزل حسن مارکیٹ، اردو بازار لاہور۔

زیر تبصرہ کتاب ''اہل بیت'' عرب اسکالر محترم جناب قائد العروسی مدظلہ کی تصنیف ہے، جسے جناب چوہدری ثناء اللہ بھٹہ مرحوم کے ایما اور اصرار پر حضرت مولانا سعید الرحمن علویؒ نے عربی قالب سے اردو زبان میں ڈھالا۔ ترجمہ اس انداز کا کیا گویا یہ اصل کتاب ہے۔ کتاب کا عنوان تو اہل بیت لکھا ہے، لیکن اس میں: (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا، (۲) خاتم النبیین سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، (۳) سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، (۴) آپ کی چاروں صاحبزادیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ابتدائیہ کے عنوان کے تحت لفظ ''اہل بیت'' کی تشریح قرآن وسنت کی روشنی میں فرمائی ہے۔ دیباچہ میں خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے جانشین صاحبزادہ حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد دامت برکاتہم کا بہت ہی عمدہ مضمون لگایا ہے۔ کتاب ہر اعتبار سے خوبصورت اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بندہ نے اسے از اول تا آخر پڑھا ہے۔ ایک مرتبہ یہ کتاب شروع کریں تو رکھنے کا جی نہیں چاہتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مصنف، مترجم اور اس کا ترجمہ کرنے والے اور شائع کرنے والے سب کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے۔ کتاب میں پروف کی کچھ غلطیاں ہیں اور کاغذ بھی کتاب کے شایانِ شان نہیں۔ امید ہے کہ اگلے ایڈیشن میں ان کی اصلاح کرلی جائے گی۔

معرکہ بالاکوٹ اور گوجر قوم:

مولانا قاضی مہدی الزماں کھٹانہ، اہتمام: میاں غلام مرتضیٰ کھٹانہ، صفحات: ۱۶۸، قیمت: ۳۰۰ روپے، ناشر: مکتبۂ جمال، تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار لاہور۔

اس کتاب کو مصنف نے ۶ ابواب پر تقسیم کیا ہے: (۱) لفظ گوجر کی وجہ تسمیہ، (۲) گوجر قوم کے ہم نسل قبائل اور ذیلی شاخیں، (۳) گوجر حکومتیں اور ریاستیں، (۴) سکھوں کے ساتھ مجاہدین جہاد کی ابتداء، (۵) الزامات کا تاریخی جائزہ، (۶) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور گوجر قوم۔

اس کتاب میں بہت ہی تاریخی اور علمی باتیں زیر بحث لائی گئی ہیں۔ تاریخ کا ذوق رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب بہت ہی قیمتی اضافہ ہے۔ البتہ کتاب کی غلطیاں کافی نظر میں آئیں اور کاغذ میں بھی وسعت ظرفی کا مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ اسی لئے اس کی مطبوعہ قیمت ۳۰۰ روپے زیادہ رکھی گئی ہے۔ امید ہے کہ ان نشان زدہ امور کی طرف توجہ کی جائے گی۔

تسہیل، الانتباہات المفیدہ:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ، تسہیل و شرح: مفتی امداد اللہ عبدالقیوم، صفحات: ۲۳۰، قیمت: درج نہیں، ناشر: ادارۃ التحقیق مرکز العلوم الاسلامیہ، منگھوپیر روڈ کراچی، ملنے کا پتا: اسلامی کتب خانہ، نزد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

زیر تبصرہ کتاب ''الانتباہات المفیدہ'' حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا ایک بیان تھا، جسے آپ نے اسکول کے طلبا کے چند اشکالات کے جواب میں کیا تھا، بعد میں چند اضافہ جات کے ساتھ اسے رسالہ کی شکل دی گئی۔

اس کتاب میں سات اصول موضوعہ ہیں اور ۱۶ انتباہات ہیں۔ اس کتاب میں سب کی تسہیل کی گئی ہے۔ یہ کتاب درج ذیل خصوصیات کی حامل ہے: (۱) تسہیل اور شرح کے لئے اس طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے، جس کو حضرت تھانوی قدس سرہ نے اپنی حیات میں پسند اور انفع قرار دیا تھا۔ (۲) کتاب کے اہم مقامات کو عنوانات کے ذریعہ نمایاں کیا گیا ہے۔ (۳) کتاب میں موجود اصطلاحات اور امثلہ کو آسان پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ (۴) حضرت تھانویؒ کی عبارت کو برقرار رکھا گیا ہے، صرف مشکل مقامات کی تشریح کی گئی ہے۔ (۵) ہر بحث کے آخر میں بحث سے متعلق سوالات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ (۶) ہر بحث سے متعلق جن اصطلاحات یا مباحث کے اضافے کی ضرورت تھی، ان مباحث کو حضرت تھانویؒ کی دوسری تصانیف کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب میں شامل ہے، اس لئے یہ کتاب علماء کرام وطلبا کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ کتاب کا کاغذ بہت ہی عمدہ اور جاذب نظر ہے۔ البتہ ٹائٹل کتاب کے معیار سے فروتر ہے۔ امید ہے اگلے ایڈیشن میں اس کی کو پورا کرلیا جائے گا۔

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	صفحات	رعائتی قیمت
1	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	1129	350
2	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	672	200
3	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	752	200
4	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	3240	1000
5	فتاویٰ ختم نبوت (تین جلدیں)	مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ	1644	1000
6	محاسبہ قادیانیت۔ جلد نمبر 1	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	480	200
7	محاسبہ قادیانیت۔ جلد نمبر 2	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
8	محاسبہ قادیانیت۔ جلد نمبر 3	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	572	200
9	محاسبہ قادیانیت۔ جلد نمبر 4	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	544	200
10	محاسبہ قادیانیت۔ جلد نمبر 5	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
11	محاسبہ قادیانیت۔ جلد نمبر 6	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	552	200
12	محاسبہ قادیانیت۔ جلد نمبر 7	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	440	200
13	محاسبہ قادیانیت۔ جلد نمبر 8	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل		200
14	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	2952	800
15	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	688	300
16	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1672	500
17	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	216	100
18	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	192	100
19	تذکرہ حکیم العصرؒ (مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	376	100
20	لولاک کا خواجہ خواجگانؒ نمبر	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان	1008	300
21	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	296	100
22	مشاہیر کے خطبات ختم نبوت	جناب صلاح الدین بی، اے ٹیکسلا	312	100
23	قادیانی تفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمد عمران	352	200

نوٹ:...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطہ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں۔

ملنے کا پتہ: مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون: 061-4583486